تیری الفت میں صنم .... روبینہ ندیم

رابعہ بھابی جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئیں کمرے کی حالت دیکھ کر چکرا گئیں پورا کمرہ ہی الٹ پلٹ ہوا نظر آ رہا تھا۔اس کی توقع کے عین مطابق رابعہ بھابی کی طبیعت پر اس کی پھیلائی تمام پھیلاوٹ بہت ناگوار گزر رہی تھی۔انہوں نے ناشتے کی ٹرے ٹیبل پر رکھی پھر تمام چیزوں کو سمیٹتے ہوئے غصے سے بولیں۔

"وصی!تم آج کل مجھے بہت تنگ کرنے لگے ہو'میں تو تھک جاتی ہوں'تمہارے کام کرتے کرتے۔"

"رابعہ بھابی!میں بے شرموں کی طرح کہنا تو نہیں چاہتا تھا مگر کیا کروں جب آپ بڑے جانتے بوجھتے انجان بن رہے ہیں تو مجھے بھی بے شرموں کی طرح کہنا پڑے گا کہ جا کر اپنی دیورانی کو لائیں تاکہ میرے کاموں سے آپ کی جان چھوٹ جائے۔"

رابعہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر بولیں۔"ہمیں کیوں الزام دے رہے ہو وصی'تم اچھی طرح جانتے ہو۔منجیٰ رخصتی کے لئے نہیں مان رہی۔"

"ہمارے خاندان میں کبھی لڑکیوں سے بھی پوچھا گیا ہے جو منجیٰ کی مرضی کو اتنی اہمیت دی جا رہی ہے۔"وہ جل کر بولا۔

"وصی اس خاندان کے کسی بھی لڑکے نے اپنی ہونے والی بیوی کے ساتھ ایسا سلوک اور بدتمیزی بھی نہیں کی جیسا سلوک تم نے منجیٰ کے ساتھ کیا تھا۔"

"وہ میرا بچپن تھا'بے وقوفی کا زمانہ مگر کیا اس کی سزا مجھے ساری زندگی بھگتنا ہوگی۔کل اشعر کی شادی کی تاریخ رکھتے آپ لوگوں نے ایک پل کو بھی سوچا کہ وہ مجھ سے پورے سات سال چھوٹا ہے۔میں اپنے بڑوں کے فیصلے کا انتظار کرتا رہا مگر اب مجھے لگتا ہے میرے بڑے میرے لئے کچھ نہیں کریں گے'مجھے خود ہی کچھ کرنا پڑے گا۔اشعر کی شادی کے بعد میں خود لندن جاؤں گا دادو پھوپھا سے بات کرنے۔"

"ہم بڑوں کو کیوں الزام دے رہے ہو'اپنے گریبان میں جھانکو۔"امی کمرے میں داخل ہو کر اسے گھورتے ہوئے بولیں۔"کتنی بری طرح تو نے اس معصوم سی بچی کی عزت نفس کو مجروح کیا تھا۔"

''کیا چاہتی ہیں آپ کہ میں ہر لمحہ ہر پل میری غلطی ہے میری غلطی ہے کا ورد کرتا رہوں تو یہ لیجئے' ہاتھ جوڑ کر آپ سے کہتا ہوں کہ ہاں مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ اب آپ ہی بتا دیجئے کہ اس غلطی کا ازالہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' وہ بھنا کر بولا۔

''بعض غلطیوں کی کوئی معافی تلافی نہیں ہو سکتی وصی۔'' امی افسردہ لہجے میں کہتی ہوئی بیڈ پر بیٹھ گئی تھیں۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟'' وہ بری طرح بوکھلا کر امی کو دیکھنے لگا تھا۔ ''آپ تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے میں نے بے گناہ بندہ مار دیا ہو' یا ایسا ہی کوئی ناقابل معافی جرم کیا ہو۔'' امی کی بات پر غصے سے اس کی کنپٹیاں سلگنے لگی تھیں۔

''تمہیں اپنا جرم اس لئے بڑا نظر نہیں آتا کیونکہ جو کچھ تم نے کیا تھا اس سے تمہیں خود کوئی تکلیف نہیں پہنچی الٹا اس نے تمہاری خواہش کا احترام کیا۔''

''کیوں تکلیف نہیں پہنچی' میری عمر کے اس خاندان کے سب لڑکوں کے دو دو تین تین بچے ہیں۔'' وہ غصے سے بولتے بولتے امی کے سامنے شرم سے لب دانتوں تلے دبا گیا۔

''تمہاری ہی خواہش تھی کہ تمہاری بیوی تمہاری جیسی ہی قابل ڈاکٹر ہو۔ اب کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا تو پڑے گا۔ یا تو اسے قابل ڈاکٹر بنوا لیتے یا شادی کر کے اس سے بچے......'' امی غصے سے جھنجلا کر بولیں تھیں۔

''ٹھیک ہے سارا قصور میرا ہے' میں نے جو کیا اس کے بدلے مجھے تو پھانسی کی سزا ملنی چاہئے تھی۔'' وہ بے بسی سے کہتا اپنی گاڑی کی چابی اور موبائل اٹھا کر باہر کی طرف بڑھا اور اس سے پہلے کہ وہ کمرے سے باہر جاتا امی کی آواز نے اس کے قدم روک لئے۔

''تیرے باپ نے بات کی ہے داؤد عالم سے' وہ مان گیا ہے اور اشعر کے ساتھ ہی تیری شادی ہو گی۔''

''سچ امی۔'' وہ بے اختیار ایڑیوں کے بل ان کی طرف گھوم گیا تھا۔

"تھینک یوں سوچ امی۔" اس نے بے اختیار امی کو اپنے مضبوط بازوؤں میں لے کر بھینچا تھا۔

"خوشی سے پاگل ہوگیا ہے کیا میری ہڈیاں توڑے گا اس عمر میں۔"

"کوئی بات نہیں بڑی امی اگر یہ ہڈیاں توڑے گا تو جوڑے گا بھی خود ہی' آخر اس ملک کا بہترین ڈاکٹر ہے یہ۔" رابعہ بھابی کی بات پر اس نے قہقہہ لگایا تھا۔

"ہڈیاں نہیں جوڑتا' میں تو ہارٹ سرجن ہوں دل کی سرجری کرتا ہوں۔"

"تو ٹھیک ہے اپنی بیوی کے دل کی سرجری کرنے کے لئے خود کو تیار کرلو۔" رابعہ بھابی شرارت سے مسکرائیں۔

"آپ کی دیورانی کو دل کی نہیں دماغ کی سرجری کی ضرورت ہے۔ اور آپ دیکھیئے گا میں اس کا دماغ کس طرح ٹھکانے لگاتا ہوں۔"

"وصی!" امی نے اس کو غصے سے پکارا۔ "اگر اب تو نے اس کے ساتھ ایسا ویسا سلوک کیا نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

"کچھ نہیں کروں گا اس کے ساتھ میری ماں' ویسے ہی بہت ضدی اور ڈھیٹ ہے آپ کی بہو اتنی مشکلوں سے کتنے سالوں میں تو رخصتی کے لئے مانی ہے۔"

"تو بھی تو ضدی اور ہٹ دھرم ہے۔"

"توبہ توبہ کیا زمانہ آ گیا ہے' برائی اس میں ہے الزام آپ مجھے دے رہی ہیں۔" اس نے دونوں ہاتھ کانوں سے لگائے' خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

"بکواس مت کر تیری ہی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ مجھ سے دور چلی گئی۔"

"چلیں خوش ہوجائیں میری ہی وجہ سے اب وہ ہمیشہ آپ کے پاس رہے گی۔ اب تو معاف کردیں امی۔" اس نے نرمی سے امی کے ہاتھ کو دبایا۔

"تو یوں ہی صدا اس کے ساتھ خوش رہے وصی۔" صالحہ بیگم نے محبت سے اس کے سلکی بالوں کو سنوارا تھا۔

''آمین۔'' وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔تب ہی اس کا موبائل فون بج اٹھا تھا۔موبائل کی اسکرین پر ڈاکٹر قطب الدین جگمگا رہا تھا۔وہ بے اختیار چونک کر گھڑی دیکھنے لگا تھا۔''مروا دیا' مجھے تو اس وقت آپریشن تھیٹر میں ہونا چاہئے تھا۔خدا حافظ۔'' وہ بوکھلا کر گیراج کی طرف بھاگا تھا۔

❀❀❀

منحیٰ کا دل اس وقت شدت سے چاہ رہا تھا کہ ایک کپ بلیک کافی کا مل جائے وہ اسپتال سے اتنی تھک کر لوٹی تھی کہ خود میں اتنی ہمت نہیں پارہی تھی کہ خود اٹھ کر کافی بناتی۔سو پلکیں موندے بے دلی سے صوفے پر لیٹی رہی۔

''منحیٰ بیٹا! یہ لو کافی پی لو تمہاری تھکن اتر جائے گی۔'' ڈیڈی کی آواز پر اس نے پلکیں کھول کر انہیں دیکھا۔

''سچ ڈیڈی اس وقت بہت زیادہ طلب محسوس ہورہی تھی کافی کی۔''

''لگتا ہے آج بہت کیس آئے اسپتال میں۔''

''ہاں پورے دس' چار سیزر اور چھ نورمل کیس تھے۔ہم ڈاکٹروں کی بھی کیا زندگی ہے ڈیڈی بس ہر وقت بھاگتے دوڑتے رہو' بے پناہ تھکا دیتا ہے یہ پیشہ انسان کو۔نہ دن اپنا' نہ رات اپنی۔'' اس نے کافی کا کپ لبوں سے لگایا۔

''کسی نے زبردستی تو نہیں کی تھی تم اپنی مرضی اور خوشی سے اس شعبہ کی طرف گئیں۔''

''اپنی مرضی سے کہاں ڈیڈی' یہ تو ممی کی ضد تھی کہ......'' اس نے بولتے بولتے لب دانتوں تلے دبا لئے تھے۔

''منحیٰ بیٹا! تمہارے بڑے ماموں کا فون آیا تھا۔وہ اشعر کی شادی کے ساتھ ہی تمہاری رخصتی کی ڈیٹ مانگ رہے ہیں۔''

''آپ اچھی طرح جانتے ہیں ڈیڈی میں رخصتی نہیں چاہتی۔'' اس کی آنکھوں میں پل میں ہی آنسو چلے آئے تھے۔ وہ خالی کپ ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''بیٹھ جاؤ منجی' مجھے تم سے بہت اہم باتیں کرنی ہیں۔ دیکھو منجی بیٹا تمہیں اپنے ساتھ لندن لاتے وقت میں نے احمر بھائی سے وعدہ کیا تھا کہ وقت آنے پر میں ان کو ان کی امانت واپس لوٹا دوں گا۔ تم نے M.B.B.S کیا تھا تو صالحہ بھابی نے رخصتی مانگی تھی مگر تم نے M.C.P.S میں ایڈمیشن لیا تو بھی وصی خفا ہوا تھا مگر میں نے تمہارا ساتھ دیا۔ اب احمر بھائی نے مجھ سے بات کی ہے مجھے میرا وعدہ یاد دلایا ہے اور میرے پاس انکار کی کوئی وجہ نہیں تھی اس لئے میں نے رخصتی کی تاریخ دے دی ہے۔''

''ڈیڈی آپ اچھی طرح جانتے ہیں وصی نے میری عزت نفس کو مجروح کیا تھا آپ نے پھر بھی ہاں......'' وہ گہرے دکھ کے ساتھ انہیں دیکھنے لگی تھی۔

''بس کرو منجی بھول جاؤ اس ماضی کے قصے کو وہ وصی کے بچپن کا دور تھا' بے وقوفی کا زمانہ مگر جب وہ اسپلائزیشن کرنے لندن آیا تھا تو اس نے کئی بار مجھ سے معافی مانگی تھی۔ تم سے بھی کئی بار سوری کہا' تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بھی بڑھایا مگر تم اپنے خول سے باہر ہی نہ آئیں۔ اس نے تو اپنی پوری کوشش کی تھی تمہارا دل صاف کرنے کی۔''

''ڈیڈی کی بات پر اس کا حلق کڑوا ہوا تھا۔ وہ دل صاف کر رہا تھا یا مزید اسے زچ کر رہا تھا۔ ہر سنڈے کو چلا آتا تھا۔ کبھی بریانی کبھی کھیر اور کبھی کڑھی کی فرمائش لے کر پھر کھانے میں نقص نکالتا تھا' بریانی میں مرچ تیز ہے' قورمہ میں گھی زیادہ ہے۔ آج میں نے نہیں کہا تو میٹھا نہیں بنایا' بہت کام چور ہو تم اور یہ کیا رنگ پہن رکھا ہے تم نے' تم پر ذرا سوٹ نہیں کر رہا۔ بالوں کو باندھو انہیں کھول کر کیوں گھوم رہی ہو' پوری چڑیل لگ رہی ہو انہیں کھول کر۔ دل صاف کرنے کے لئے ایسی حرکتیں اور باتیں کی جاتی ہیں۔ وہ سوچ کر رہ گئی تھی۔

''آپ کچھ بھی کہہ لیں ڈیڈی میرا دل رخصتی کے لیے نہیں مانتا۔''

''اور میں ان لوگوں کو مزید انتظار نہیں کروا سکتا۔ سچ ہی تو کہہ رہی ہیں صالحہ بھابی' وصی کے عمر کے خاندان کے تمام ہی لڑکوں کی شادی ہو چکی ہے۔ سب کے ہی دو دو تین تین بچے ہیں۔'' ڈیڈی کی بات پر وہ ان سے شرم سے نظریں چرا گئی تھی پھر اپنے ڈگمگاتے دل کو سنبھال کر مدہم لہجے میں بولی۔

''میری طرف سے اجازت ہے وہ وصی کی شادی کسی بھی لڑکی سے کر سکتے ہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''منحیٰ! پاگل تو نہیں ہو گئیں جو ایسا بول رہی ہو۔ اگر کل کلاں کو مجھے کچھ ہو جائے تو تمہیں اسی گھر میں جانا ہوگا پھر برداشت کر پاؤ گی اپنی سوتن کو؟ سوتن تو مٹی کی بھی برداشت نہیں ہوتی عورت سے۔''

''میں سوتن تو برداشت کر سکتی ہوں ڈیڈی مگر وصی کے ہاتھوں اپنی عزت نفس کو دوبارہ مجروح نہیں کروا سکتی۔'' دل کا کیا تھا دل کی جگہ تو پتھر رکھا جا سکتا ہے اس نے اپنے مچلتے دل کو بری طرح ڈانٹتے ہوئے سوچا۔

''تو تم رخصتی کے لئے تیار نہیں ہو منحیٰ۔'' ڈیڈی اس کی بات پر خاصے جھنجلا کر بولے۔

''جی ڈیڈی۔'' وہ اپنے دل کو سنبھالتے ہوئے مدہم سے لہجے میں منمنائی۔

''تو پھر ٹھیک ہے میں وصی کو کہتا ہوں وہ تمہیں ڈائیورس پیپر بھجوا دے تاکہ تمہاری کشتی اس بیچ منجدھار سے نکل آئے اور میں تمہاری شادی کسی اور سے کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکوں۔'' ڈیڈی غصے سے چلائے تھے۔

وہ گنگ سی کھڑی رہ گئی تھی۔ ڈیڈی کے الفاظ نے اس کے پیروں تلے سے زمین نکال لی تھی۔ اس کا دل بری طرح گھبرایا تھا۔ وہ کیسے اپنے نام کے سامنے سے اس کا نام ہٹا دے جس کا نام بچپن سے اس کے نام سے جڑا تھا۔ یہی وہ پوائنٹ تھا جہاں آ کر اسے محسوس ہوتا تھا وہ شخص آج بھی اپنی تمام تر ستم ظریفیوں کے باوجود اس کے دل پر حکمران ہے۔

''ڈ...... ڈیڈ...... ی یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' اس کی سانس رکنے لگی تھی۔ ''میں...... میں آپ پر بوجھ بن گئی ہوں۔'' شدت غم سے اس کی آواز رندھ گئی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو برسنے لگے تھے۔

''پلیز بیٹا چپ ہو جاؤ۔'' ڈیڈی نے اس کا سر پیار سے تھپتھپایا۔ ''بیٹیاں بوجھ نہیں فرض ہوتی ہیں اور میں کب تک اس فرض سے انکار کر سکتا ہوں۔ کب تک ان لوگوں کو اور وصی کو انتظار کی

صلیب پر لٹکا سکتا ہوں۔ تم نے بہترین ڈاکٹر بننے کے جتنے کورسز کرنے تھے کر لیے۔ آج تمہارا شمار لندن کے بہترین گا ئنا کالوجسٹ ڈاکٹرز میں ہوتا ہے اس لیے بیٹا فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔ ڈائیورس لینی ہے یا رخصتی؟“

دل یا دماغ، محبت یا عزت نفس، اسے اپنے قدموں پر کھڑا رہنا محال لگ رہا تھا۔ وہ ٹوٹی ڈال کی طرح ڈیڈی کے بستر پر بیٹھ کر رونے لگی تھی۔ ”وصی نے میری عزت نفس کو بری طرح مجروح کیا تھا ڈیڈی، اگر آپ اور سفیان بھیا نہ ہوتے تو میں مر جاتی۔ وصی بہت سنگ دل ہے۔“

”بیٹی! ماضی میں نہیں جیتے، نکل آؤ ماضی کی تلخ یادوں سے، ہو جاتی ہیں انسان سے غلطیاں اور پھر تم منفی کیوں سوچتی ہو، مثبت انداز میں کیوں نہیں سوچتیں اگر وصی تمہارے ساتھ وہ سلوک نہ کرتا تو کیا تم مجھے ملتیں، کیا تمہارے دل میں میرے پیار کی تشنگی نہ رہ جاتی۔ میں تو وصی کا شکر گزار ہوں اس کی وجہ سے مجھے تم ملیں ورنہ وہ لوگ کبھی بھی مجھے تم سے ملنے نہیں دیتے۔ اسی میں خدا کی مصلحت ہوگی جو وصی نے ایسا کیا اور اب میں ہوں نا تمہارے ساتھ، تمہیں کس بات کا ڈر ہے بس ایک بار تم میرا کہا مان لو میری دی ہوئی زبان کا مان رکھ لو۔“

اور اس نے ایک بار پھر سب کچھ اللہ پر چھوڑ کر ڈیڈی کے فیصلے پر سر جھکا دیا تھا مگر دل اب بھی خوف زدہ تھا۔

❀❀❀

وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے بیٹھا تھا اور احمد صاحب اس پر غصے سے گرج برس رہے تھے۔

”میرے منع کرنے کے باوجود تم چلے گئے، باپ کے انکار اور منع کرنے کی کوئی اہمیت نہیں تمہارے نزدیک۔“

”ابو! میرا اس سیمینار میں شریک ہونا بے حد ضروری تھا۔ پلیز آپ ٹھنڈے دماغ سے سوچیں۔“ وہ دھیرے سے منمنایا تھا۔

”یعنی وہ سیمینار اہم تھا تیرے نزدیک اور تیری شادی کی رسمیں بے کار اور فضول ہیں۔“

''میں نے ایسا کب کہا ہے ابو' کل بھی آپ فون پر مجھے ڈانٹتے رہے' میں یہ شادی چھوڑ کر نہیں بھاگا تھا' خواہ مخواہ آپ اس سیمینار میں دنیا کے بڑے بڑے اور بہترین ڈاکٹرز شریک ہو رہے تھے' میں اس لئے چلا گیا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ برف باری کی وجہ سے فلائٹ کینسل ہو جائے گی تو کبھی نہ جاتا۔'' وہ بے بسی سے بولتا شرمندگی سے کمرے میں داخل ہوتے داؤد پھوپھا کو دیکھنے لگا تھا۔

''احمر بھائی مت ڈانٹیں اسے۔''

''داؤد عالم! کل مایوں میں تمہارے سامنے ہی نہیں اور لوگوں سے بھی میں شرمندگی محسوس کرتا رہا۔''

''میں نے آپ سے کل ہی کہا تھا شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں' وصی نے کل ہی مجھے فون کر کے بتا دیا تھا کہ اس کی پرواز کینسل ہو گئی ہے اور وہ صبح گیارہ بجے تک آئے گا۔''

''یہ ہے ہی نالائق نا ہنجار' تمہیں ہی اس سے ہمدردی کا بخار چڑھا رہتا ہے۔''

''اس سے سختی سے بات مت کرو نرمی سے سمجھاؤ۔''

''میں سختی کرتا تو آج تیری طرح سیدھا ہوتا یہ۔ مجھے تو آج تک دکھ اور افسوس ہے میں نے اس معصوم بچی کا نکاح اس بدبخت سے کیا۔''

''اسے محسوس ہوا تھا' جیسے ابو نے اس کا دل مٹھی میں لے کر مسل دیا ہو۔

''کیا کمی ہے مجھ میں؟ جو آپ ایسی بات کر رہے ہیں۔'' وہ اپنے غصے پر بمشکل کنٹرول کر سکا تھا۔

''ارے نا ہنجار! خوبی ہی کیا ہے تجھ میں۔''

''آپ میری خامیاں بتائیں' پھر میں اپنی خوبیاں گنواؤں گا۔''

''بہت گھمنڈی ہے تو' کسی دن تجھے تیرا یہ گھمنڈ ہی لے ڈوبے گا۔''

وہ یکدم لب بھینچ گیا تھا۔

''چلیں احمر بھائی چھوڑیں اسے' اور ڈونٹ وری میں نے بالکل برا نہیں مانا' کل یہ مایوں میں شریک نہیں ہوا تو اس کی اپنی مجبوری تھی۔''

''مت سائیڈ لیا کرو اس کی داؤد عالم میں نے اپنی بہن پھر اپنے باپ سے وعدہ کیا تھا اس بچی کی خوشیوں کا ہمیشہ خیال رکھوں گا مگر اس کی وجہ سے میں اپنا وعدہ نبھا نہیں پا رہا۔''

''کیوں اپنا بی پی ہائی کر رہے ہیں اور اس کا خون جلا رہے ہیں' اب یہ میرا داماد ہے' میری بیٹی کے ساتھ زیادتی کرے گا تو میں خود اس کے کان کھینچ لوں گا۔ آپ چلیں میرے ساتھ۔'' داؤد عالم' احمر صاحب کو کاندھوں سے تھام کر کمرے سے باہر لے گئے تھے۔

''پتا نہیں کونسا گناہ کیا تھا میں نے جو گھر آتے ہی گرج چمک کے ساتھ اولے بھی برداشت کرنے پڑے مجھے۔'' ان لوگوں کے کمرے سے جاتے ہی وہ دھم سے صوفے پر بیٹھا تھا۔ کتنے اچھے طبیعت کے مالک ہیں داؤد پھوپھا' نرم دل' نرم مزاج ایک ہمارے ابو ہیں شعلہ مزاج۔'' وہ منہ بنا کر بولا۔

''وجی' بڑے ماموں صحیح کہہ رہے تھے تمہیں سیمینار میں شرکت کے لیے نہیں جانا چاہئے تھا۔ منحٰی کو مایوں بٹھاتے ہم سب کو برا لگا تھا۔ تمہاری غیر موجودگی سے منحٰی کا چہرہ بھی اتر گیا تھا۔''

''پلیز رابعہ بھابی' کیوں اتنی چھوٹی سی بات کا بتنگڑ بنا رہے ہیں آپ لوگ آج مہندی کی رسم میں منحٰی کو میرے ساتھ دوبارہ مایوں بٹھا لیجئے گا۔'' وہ جھنجلا کر غصے سے بولا تھا۔

''چل' رابعہ دفعہ کر' نخرہ یہ تو ہے ہی صدا کا ضدی' اپنا قصور تھوڑی نظر آئے گا اسے۔''

''امی پلیز' کہہ تو رہا ہوں غلطی ہوگئی۔'' اس نے لاڈ سے امی کے گلے میں دونوں بازو حمائل کر دیئے تھے۔

''چل ہٹ' پہلے دکھ دیتا ہے پھر مناتا ہے۔'' انہوں نے اس کے ہاتھوں کو غصے سے جھٹکا۔

''بس آخری بار معاف کر دیں' اب جب ہماری شادی ہو جائے گی اور وہ میرے ساتھ خوش رہے گی تو آپ کے تمام گلے شکوے دور ہو جائیں گے۔ اب بھی ناراض ہیں؟'' اس نے امی کا پھولا ہوا چہرہ دیکھا پھر دونوں ہاتھوں سے کان پکڑے۔ ''اب بھی ناراض ہیں تو مرغا بن جاتا ہوں۔'' وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گیا تھا۔ ''ویسے یہ بہت بڑی زیادتی ہے ایک قابل ڈاکٹر کو مرغا بنانا۔'' وہ بسورا تھا۔ امی یکدم کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔

''تو کبھی نہیں سدھرے گا وصی۔''

''آپ کی بہو آ گئی ہے نا' وہ سدھار لے گی۔'' وہ شرارت سے مسکرایا تھا۔

''تم دونوں ایک ساتھ کتنے اچھے لگو گے وصی میری دعا ہے تم دونوں ہمیشہ خوش رہو۔''

''تم ہاتھ لے لو وصی' میں تمہارے لئے کھانا لے کر آتی ہوں۔'' رابعہ بھابی امی کے پیچھے ہی کمرے سے جاتے ہوئے بولی تھیں۔

''کھانا میں نے جہاز میں ہی کھا لیا تھا' ہاں تھکن ہے باتھ لے کر گہری نیند سوؤں گا۔ اس لئے مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔'' وہ کپڑے اٹھا کر واش روم میں گھس گیا تھا مگر جب باتھ لے کر نکلا تو اپنے کمرے کے وسعت میں تنجی کو کھڑا دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ مگر پھر اس کی رگ شرارت پھڑک گئی تھی۔

''تم نے تو مجھے کہا تھا تم کبھی رخصتی کے لئے نہیں مانو گی' ساری زندگی مجھے انتظار کرواؤ گی۔ بہت جلد ہار مان لی تم نے تو۔'' وہ گیلے بالوں کو تاول سے خشک کرتے اسے دیکھنے لگا تھا جو مایوں کے زرد لباس میں اس کے دل کے تاروں کو چھیڑ گئی تھی۔

''وہ میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ آپ جرمنی ......'' وہ اٹک سی گئی تھی کیسے بات شروع کرے۔

''تو تم مجھ سے یہ پوچھنے آئی ہو کہ میں جرمنی کیوں گیا تھا؟'' اس نے تاول بستر پر اچھالا۔

"مجھے معلوم ہے آپ یہ شادی کرنا نہیں چاہتے تھے اسی لئے جرمنی بھاگ گئے تھے مگر پھر بڑے ماموں کے ڈانٹنے پر واپس آئے۔"

"بھاگ گیا۔" یہ لفظ اس کے دل میں تیر کی طرح چبھا تھا۔ "بہت غلط خبر دی ہے کسی نے تمہیں۔" وہ بالوں میں برش کرتا ڈریسنگ ٹیبل کے آئینہ میں بغور اس کے چہرے کی ملائمت کو دیکھ رہا تھا۔

"غلط نہیں بالکل درست خبر ہے کیونکہ جب بڑے ماموں فون پر آپ کو ڈانٹ رہے تھے میں ان کے کمرے کے باہر ہی کھڑی سب کچھ سن رہی تھی۔"

"اوہ تو تم چوری چھپے لوگوں کی باتیں بھی سنتی ہو یہ تو بہت بری عادت ہے۔" وہ یکدم ایڑیوں کے بل اس کی طرف گھوم گیا۔ اس کی بات پر وہ بری طرح گلس کر رہ گئی تھی اسی لئے غصے سے بولی۔

"مجھے ضرورت نہیں ہے کسی کی باتیں چھپ کر سننے کی، مجھے تو وہاں ثمینہ بھابی کھڑا کر کے گئی تھیں کیونکہ حنا اور اشعر کی مایوں کی آخری رسم چل رہی تھی اس کے بعد ثمینہ بھابی مجھے مایوں بٹھانے کے لئے اسٹیج پر لے جانے والی تھیں۔ کھڑکی سے بڑے ماموں کی آوازیں آ رہی تھیں۔"

"اچھا تو تمہیں اس بات پر غصہ آ رہا ہے کہ مایوں کے وقت جس طرح اشعر حنا کے ساتھ تھا میں تمہارے ساتھ نہیں تھا۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے مخصوص پراعتماد انداز میں اس سے پوچھ رہا تھا۔ اس کے انداز اور مسکراہٹ نے اسے آگ لگا دی تھی۔ وہ دھڑ دھڑ جلنے لگی تھی۔

"زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں، میں آپ کی غلط فہمی ہی دور کرنے آئی ہوں، یہ لیں اس نے سفید چار تہہ کیا کاغذ اس کی طرف بڑھایا تھا۔

"یہ کیا ہے۔" وہ کاغذ کو تھامتا حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔

"ابھی آپ نے مجھ سے کہا تھا نا میں نے ہار کیوں مان لی، تو یہ ہماری مشرقی لڑکیوں کی بدقسمتی ہے کہ ان کے والدین ان کو بھیڑ بکریوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے یہ تک نہیں پوچھتے کہ ہمیں

جس کھونٹے سے باندھ رہے ہیں وہ ہمیں پسند بھی ہے یا نہیں۔''

وصی کو محسوس ہونے لگا تھا جیسے منحیٰ نے اسے جلتے شعلوں میں جھونک دیا ہو۔ اپنے وجود کی توہین پر وہ بری طرح سلگ گیا تھا۔

''میرا جب آپ سے نکاح ہوا تو میں جانتی ہی نہیں تھی' نکاح کس چڑیا کا نام ہے' اس لیے مجبور ہوں چاہتے ہوئے بھی اس رخصتی کو روک نہیں سکتی۔ ہاں اگر اب میرا نکاح آپ سے کیا جاتا تو میں ضرور بغاوت کرتی' ہرگز آپ سے شادی نہیں کرتی۔''

اس کے الفاظ تھے کہ ایٹم بم جو اس کے وجود کے پرخچے اڑا گئے تھے۔ اس کے سارے وجود میں انگارے سے دہکنے لگے تھے۔

''یہ آپ کی دوسری شادی کا اجازت نامہ ہے' آپ جس سے چاہیں شادی کر لیں میرا آپ سے نہ کل کوئی تعلق تھا' نہ اس رخصتی کے بعد کوئی رشتہ ہوگا۔''

''وہاٹ!'' اس کے چہرے پر غصے سے شکنیں پڑ گئی تھیں۔ اس کا جی چاہا کہ سامنے کھڑی لڑکی کو شوٹ کر دے۔ اس نے قہر آلود نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

''جسٹ شٹ اپ منحیٰ' بکواس بند کرو تم کون ہوتی ہو مجھے اجازت دینے اور نہ دینے والی۔'' وہ بل کھا کر بری طرح پھنکارا تھا۔

''بہت درد محسوس ہو رہا ہے نا وصی احمر' اپنے رد کیے جانے پر۔''

''میرے ساتھ اس طرح کی گفتگو مت کرو منحیٰ ورنہ اٹھا کر تمہیں کمرے سے باہر پھینک دوں گا۔'' اس کے کڑوے الفاظ سیسے کی طرح اس کے روم روم میں آگ لگا رہے تھے۔

''بہت غصہ آ رہا ہے نا' مجھے بھی آیا تھا' جب میں نے بڑے ماموں کے منہ سے سنا تھا کہ آپ یہ شادی چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔''

''میں تمہیں کوئی صفائی نہیں دوں گا اور میں اپنی ذات پر بے جا حرف گیری قطعی برداشت نہیں کرتا اس لیے دفع ہو جاؤ میرے کمرے سے۔'' اس نے ہاتھ کے اشارے سے باہر کا رستہ دکھایا۔

''برداشت تو کرنا پڑے گا وصی احمر صاحب' دوسروں کی ذات کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں آپ' اپنی ذات پر اٹھی انگلی پسند نہیں۔ کل تک آپ مجھے دھتکارتے رہے' آج میں آپ کو ٹھکراتی

ہوں۔"

"کیا کہا تم نے؟" وہ غضبناک ہو کر اس کی طرف بڑھا تھا۔احساس ذلت کے سبب اس پر تو جیسے خون سوار ہو گیا تھا۔اس کو کاندھوں سے تھام کر جھنجوڑ ڈالا تھا۔"تم ......تم ٹھکراؤ گی۔مجھے' تمہیں یاد نہیں رہا میرا سلوک' میں نے دھتکارا تھا تمہیں اور یہ جو بہت گھمنڈ اور غرور آ گیا ہے نا تم میں تو اسے بھی اپنے قدموں تلے روند ڈالوں گا۔تم کیا ٹھکراؤ گی مجھے' شادی کے بعد' میں نے بھی تمہیں ڈائیورس پیپر تمہارے ہاتھ میں نا تھمائے تو میرا نام بھی وصی احمر نہیں۔" وہ یکدم شدید اشتعال میں آ کر جو منہ میں آیا بغیر سوچے سمجھے بول گیا تھا۔

اس کے منہ سے الفاظ نہیں نکلے تھے ایک آتش فشاں تھا جو حنی کے کمزور اعصاب پر پھٹا تھا اور اس کی ہستی کا سارا غرور اور مان بہا لے گیا تھا۔اس کے الفاظ اسے عرش سے فرش پر پٹخ گئے تھے۔

وہ انگشت بدنداں رہ گئی تھی۔اس کے ہاتھوں کے وحشیانہ دباؤ کے سبب کاندھوں میں محسوس ہوتے درد کو بھی بھول گئی۔ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔آنکھیں لبالب آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔

"آپ' آپ آج بھی مجھ سے نفرت کرتے ہیں وصی مگر کیوں؟ آپ چاہتے تھے آپ کی بیوی ایک بہترین ڈاکٹر ہو' آپ کی خواہش کو پورا کرنے کے چکر میں میں خود تک کو بھول گئی۔" وہ جو اپنی ناہموار سانسیں متوازن کرنے کے لیے گہرے گہرے سانس لے رہا تھا' یکدم چونک کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔جہاں اس کا اپنا عکس بری طرح ڈول رہا تھا۔

وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے ہوئے اپنا سارا ضبط ہار گئی تھی پھر وہ ہچکیوں اور سسکیوں سے روتے ہوئے بولی۔

"میں یہاں صرف آج اپنا بھرم قائم رکھنے آئی تھی' یہ نہیں چاہا تھا میں نے کہ آپ مجھ سے ہر نا تا ہر تعلق توڑ لیں۔" آنسو تسلسل سے اس کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔

وہ بری طرح بوکھلا اور گھبرا گیا تھا۔بلاسوچے سمجھے جو الفاظ زبان کی نوک سے ادا کر چکا تھا وہ کمان سے نکلے تیر کی طرح واپس نہیں لے سکتا تھا۔اس نے بے ساختہ اور اضطراب سے اس کے کاندھے کو نرمی سے چھوا تھا۔پھر شرمندگی سے پست آواز میں منمنایا تھا۔"میں شادی چھوڑ کر نہیں بھاگا تھا حنی' میں صرف سیمینار میں شرکت کرنے گیا تھا۔"

''مت چھوئیں مجھے۔'' وہ چلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی پھر دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

''تم میری بات سنے بغیر نہیں جاسکتیں۔ مجھے صفائی کا ایک موقع دو ضحیٰ' میں تمہاری ساری غلط فہمی دور کردیتا ہوں۔''

''غلط فہمی تو دور کردی آپ نے میری' مجھے میری اوقات بتادی اور یہ بھی بتادیا کہ کیا حشر کرنے والے ہیں آپ میرا' آپ چاہتے ہیں لوگ مجھ پر تھو تھو کریں۔ میرے کردار پر انگلیاں اٹھائیں۔''

''نہیں ضحیٰ' خدا کی قسم میں ایسا نہیں چاہتا' میں نے صرف غصے میں ......'' وصی نے اس کے بازو کو پکڑنا چاہا تھا۔ اس نے شدید غصے اور اشتعال سے اس کے ہاتھ کو بھرپور نفرت سے جھٹکا۔

''آپ ایسا سوچ بھی لیں تب بھی آپ' مجھ سے اپنا نام الگ نہیں کرپائیں گے۔ میں ضحیٰ وصی تھی' ہوں اور مر کر بھی ضحیٰ وصی ہی کہلاؤں گی' سنا آپ نے۔'' وہ غصے سے بولتی مڑی تھی' پھر بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔

''ہاں تم مر بھی جاؤ تو ضحیٰ وصی ہی کہلاؤ گی' یہ میرا خود سے وعدہ ہے' بس تم آجاؤ دلہن بن کر میرے پاس پھر میں اپنے دل کی ہر بات تمہیں بتادوں گا۔'' وہ تھکے تھکے سے انداز میں بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔ اس کے آنسو اب بھی اسے مضطرب کررہے تھے۔ اسے سوچتے سوچتے جانے کب وہ نیند کی وادیوں میں اتر گیا تھا۔

اور رات کو جب مہندی کے فنکشن سے پہلے اس کی مایوں کی رسم دوبارہ کرنے کے لیے اسٹیج پر لایا گیا تھا تو زرد لباس میں اسٹیج پر بیٹھی ضحیٰ کو دیکھ کر اسے دوپہر کو گزرا سارا واقعہ یاد آ گیا تھا۔ اسی لیے صوفے پر اس کے برابر بیٹھتے ہوئے اس کے گھٹنے پر رکھے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''مجھ سے غلطی ہوگئی' آئی ایم سوسوری ضحیٰ۔''

اور وہ ضحیٰ کو دیکھنے لگا جو نہ صرف دور کھسک گئی تھی بلکہ اس کے ہاتھ کو بھی جھٹک گئی تھی۔ مگر پل بھر کے لمس سے اس نے محسوس کیا تھا اسے تیز بخار ہے۔ اسی لیے مایوں کی رسم کے بعد رابعہ بھابھی سے جاکر بتایا تھا۔

''وہ منجی کو بہت تیز بخار ہے۔ پلیز مجھے اس سے پانچ منٹ ملنے دیں۔''

وہ شرارت سے مسکرائی تھیں پھر بولیں۔ ''تمہارے پانچ منٹ کے ملنے سے اس کا بخار اتر جائے گا۔''

''میں ڈاکٹر ہوں نا اسے چیک کر کے دوا......''

''زیادہ ہوشیار مت بنو وہ خود بھی ڈاکٹر ہے' خود ہی دوا لے لے گی۔''

''ایسے کیسے لے لے گی ڈاکٹر اپنا علاج خود تھوڑی کرتا ہے۔ پلیز بھابی۔''

''یوں کہو نا اس سے ملنے کے لیے بے قرار ہو' اسے دیکھنا چاہتے ہو۔''

''جو دل چاہے سمجھ لیں۔'' اس نے بے بسی سے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔

''اتنے ہی بے قرار تھے تو کیوں گئے جرمنی پورے آٹھ دن تھے تمہارے پاس کوئی پردہ نہیں تھا۔ تم اسے دیکھ سکتے تھے' باتیں کر سکتے تھے۔ مگر اب ہم نے اسے تمہارے نام پر مایوں بٹھا دیا ہے۔''

''میں کہہ رہا ہوں اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے مجھے اس سے ملنا ہے۔'' وہ جھنجلا کر چلایا تھا۔

''زیادہ غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے وصی۔'' تب ہی سفیان کی بیوی کرن آ کر بولی۔ ''رابعہ بھابی! منجی کہہ رہی ہے اس نے دوا لے لی ہے۔''

''لو آ گیا اس کا جواب اب جاؤ یہاں سے۔''

''بھابھی خدا کے لئے مجھے اس سے ملنے دیں۔''

''بہت بے قرار ہو اب' یہ بے قراری شادی والی رات ہی دور ہو سکتی ہے۔'' ثمینہ بھابی رابعہ بھابی کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر شرارت سے مسکرائیں۔

"آپ کو مزا آرہا ہے۔" وہ غصہ سے تلملایا تھا۔ "اگر اسے کچھ ہوا نا تو ساری ذمہ داری آپ لوگوں کی ہوگی۔"

"ہاں بھئی! ہم لوگوں کی ہوگی اور ہم دونوں وعدہ کررہی ہیں تم سے کہ شادی والے دن بالکل ٹھیک ٹھاک اسے تمہارے حوالے کریں گے۔ ہاں اگر تم اس کی طبیعت خراب کردو تو الگ بات ہے۔" وہ دونوں شرارت سے کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔ اور اس کی کنپٹیاں سلگ گئیں تھیں۔ وہ سرخ چہرہ لئے غصہ کو کنٹرول کرتا اٹھ کھڑا ہوا پھر پاؤں پٹختا کمرے سے باہر چلا آیا تھا مگر پھر مہندی کے فنکشن کے دوران ہی اسپتال سے ایمرجنسی کال آ گئی تھی اور وہ اسپتال چلا آیا تھا۔

"وصی بھائی پلیز اٹھ جائیں۔" کسی نے اسے بری طرح جھنجوڑا تھا۔ اس نے زور سے آنکھیں موند کر کروٹ بدل لی تھی۔ وہ اسپتال سے اتنا تھکا ہوا لوٹا تھا کہ اگر قیامت بھی آجاتی تو بھی اس کے اٹھنے کا ارادہ نہ تھا۔

"پلیز وصی بھائی اٹھ جائیں اور چل کر منحیٰ کو چیک کرلیں مجھے لگتا ہے اس کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی ہے۔"

وہ اچھل کر یوں اٹھ بیٹھا تھا جیسے بچھو نے اسے ڈنگ مار دیا ہو اس کی ساری نیند' ساری تھکن یکدم اڑنچھو ہوگئی۔ "کیا کہا تم نے ......؟"

"منحیٰ کی طبیعت خراب ہے چل کر دیکھ لیں اسے۔"

اسے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا' وہ حنا کے کمرے کی طرف اٹھ کر بھاگا تھا۔ وہ یوں بے سدھ بستر پر پڑی تھی' جیسے ساری دنیا سے ناراض ہوگئی ہو۔ اس نے بوکھلا کر پہلے اس کی نبض اور پھر دل کی دھڑکن کو چیک کیا تھا جو بہت سلو چل رہی تھی۔ اور اس کے اپنے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں تھیں۔ "میں مر کر بھی منحیٰ وصی کہلاؤں گی۔" اس کی آواز اس کے آس پاس سرسرائی تھی۔

"یہ کیا کیا تم نے بے وقوف لڑکی۔" اس نے کرب سے آنکھوں کو زور سے بھینچا تھا' پھر خوف زدہ ہو کر ادھر اُدھر کچھ ڈھونڈنے لگا تھا اور تکیہ کے پاس پڑی خواب آور گولیوں کی خالی شیشی نے اس کے شک کو یقین میں بدل دیا تھا۔ "نہیں منحیٰ میری ایک غلطی کی مجھے اتنی بڑی سزا مت دو۔" اس کا دل غم و کرب کی اتھاہ گہرائی میں ڈوبتا جارہا تھا۔ دماغ جیسے مفلوج ہوگیا ہو۔

"وصی بھائی کیا ہوا ہے آپ بولتے کیوں نہیں آپ کو اتنا پسینہ کیوں آ رہا ہے؟" حنا حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"حنا! یہ کب سے یوں......" اسے اپنی آواز گہرے کنویں سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"رات بارہ بجے تک تو یہ ٹھیک تھیں کھانا بھی ہم نے اکٹھے کھایا ان کا بخار بھی کم ہو گیا تھا۔ میں فجر کی نماز پڑھنے اٹھی تو انہیں بھی آواز دی کیونکہ یہ تو روز مجھ سے پہلے نماز پڑھتی ہیں، میں نماز پڑھ کر آ بھی گئی مگر یہ نہیں اٹھیں، میں نے بلایا جلایا پھر پریشان ہو کر آپ کو بلانے چلی گئی۔"

"حنا میں اسے اسپتال لے کر جا رہا ہوں۔" اس نے اس کے بے جان وجود کو بانہوں میں بھر کر اٹھایا۔

"مگر وصی بھائی اسے اچانک ہوا کیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم اسپتال جا کر پتا چلے گا۔" حنا سے جھوٹ بولتے ہوئے وہ اس سے نظریں چرا گیا تھا۔

"میں تائی امی کو جا کر اٹھاتی ہوں۔"

"نہیں حنا، پلیز رک جاؤ پہلے مجھے اسے لے کر جانے دو کیونکہ ایک ایک پل اس کے لیے قیمتی ہے۔ مزید دیر اسے موت کے اور قریب کر دے گی۔"

"میں، میں چلوں آپ کے ساتھ۔" حنا نے بھاگ کر اس کی گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"نہیں، تم اپنے کمرے میں جاؤ اور سنو گھر میں یہ بات پہلے صرف رابعہ بھابی کو بتانا، وہ بھی جب، جب وہ تم سے تمہارے کمرے میں آ کر منحیٰ کے بارے میں پوچھیں تب۔" وہ اسے ہدایات دیتا گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔

"یہ...... یہ ٹھیک تو ہو جائیں گی نا وصی بھائی؟" حنا نے خوف سے چہرے پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

"ہاں میں اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا' اسے لوٹ کر آنا ہوگا اور اگر یہ مجھ سے ناراض ہو کر چلی گئی نا تو وصی احمر بھی اس کے ساتھ ہی اپنی سانسیں ہار جائے گا۔" گاڑی تیزی سے گیٹ عبور کر گئی تھی۔

❁❁❁

"وصی! اس کے دماغ پر ایسا کون سا شدید دباؤ ہے جو اس کا یہ حال ہوا ہے؟ کہیں تم نے اسے کچھ کہہ تو نہیں دیا۔ وہ تمہاری طرف سے ہی خوف زدہ تھی۔"

وہ جو اپنے ڈاکٹر ہونے کا پورا فائدہ اٹھا گیا تھا' اور سب سے یہ بات چھپا گیا تھا کہ منحیٰ نے خواب آور گولیاں کھا کر سوسائیڈ کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ اس نے سب سے کہا تھا کہ شدید ذہنی دباؤ کی وجہ سے اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔" اب داؤد پھوپھا کی بات پر گھبرا کر انہیں دیکھنے لگا تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ میں نے اسے کچھ' وہ گڑبڑا سا گیا تھا۔

"وہ رخصتی نہیں چاہتی تھی وصی اس نے مجھ سے کہا تھا اگر تم نے اس کی عزت نفس کو مجروح کیا تو وہ زندہ نہیں رہ پائے گی۔" پھوپھا جی شکی نگاہوں سے اسے دیکھتے اس کے ہوش اڑ گئے تھے۔

"پھوپھا جی بے شک آپ اور منحیٰ لندن سے ایک ہفتے پہلے آئے تھے' مگر یہ بچارہ تو آپ کے آنے سے چار گھنٹے پہلے ہی جرمنی سیمینار میں شرکت کرنے چلا گیا تھا اور ہمایوں سے بھی ایک دن بعد آیا تھا اسی بات پر بڑے ماموں نے اس بچارے کو کتنا ڈانٹا تھا اور یہ تو منحیٰ سے مل بھی نہیں پایا' آپ خواہ مخواہ......"

"رابعہ! تم اس کی حمایت مت کرو' مجھے بھی محسوس ہو رہا ہے کہیں نا کہیں قصور اس کا ہے۔"

"قصور اس کا نہیں میرا اور ثمینہ کا ہے۔ منحیٰ کی طبیعت خراب تھی' اس نے ہم دونوں کو بہت کہا مگر ہمیں اندازہ ہی نہیں تھا اس کی اتنی طبیعت خراب ہو سکتی ہے آپ کو ڈانٹنا ہے تو مجھے اور ثمینہ کو ڈانٹئے' وصی کو کچھ مت کہیں' یہ ویسے ہی اس کے لئے پریشان ہے چہرہ دیکھا ہے آپ نے اس کا کتنا زرد ہو رہا ہے۔"

وہ سر جھکا کر نچلا لب دانتوں سے کچلنے لگا تھا۔ کیسے اپنے جرم کا اقرار کرتا۔ وہ اس وقت ذہنی پریشانی سے نبرد آزما تھا وہ خود ہی جانتا تھا وہ تو سب سے چھپا گیا تھا مگر ہوش میں آنے کے بعد وہ نہ جانے کیا بتائے گی سب کو اس کے دل میں خوف کی لہریں اٹھ رہی تھیں اسے کھو دینے کا خوف اس کے دل کی رگوں کو چیر رہا تھا۔

''اسے کب تک ہوش آ جائے گا وصی؟'' اس نے چونک کر داؤد پھوپھا کو دیکھا۔ اس نے گھر سے نکلتے ہی ڈاکٹر یوسف رضا جو کہ سوسائیڈ کیسز ہینڈل کرنے میں مشہور تھے کال کر کے فوراً اپنے اسپتال پہنچنے کو کہا تھا پھر ان کے ساتھ مل کر اسے بچانے کی جی توڑ کوشش کی تھی۔

اور وہ بچ بھی گئی تھی مگر پھر بھی گولیوں نے اس کے اعصاب پر بہ اثر کیا تھا۔

''وصی! داؤد کچھ پوچھ رہا ہے' منحی کو کب تک ہوش آئے گا؟'' ابو اسے خاموش دیکھ کر بولے تھے۔

''تقریباً آٹھ سے دس گھنٹے اور میرے سر میں شدید درد ہے' میں مزید کسی کے بھی سوالات کے جوابات نہیں دے سکتا۔'' وہ اٹھا تھا پھر اپنے اسپتال میں بنے اس چھوٹے سے فلیٹ نما گھر میں چلا آیا تھا۔

کیا ماضی اس قدر پاورفل ہے منحی کہ حال میں میری نظروں میں چھپی محبت تمہیں کبھی نظر ہی نہیں آئی۔ میں نفرت و غصے میں جب بھی تمہیں کچھ کہتا ہوں تم فوراً یقین کر لیتی ہو اور جب محبت سے مجبور ہو کر تم سے کہتا ہوں کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں تو کیوں یقین نہیں کرتیں۔ کیوں ماضی کی تلخ یادوں میں جیتی ہو' کیوں بھول نہیں جاتیں۔'' اس نے اپنی بھاری بوجھل آنکھوں کو اپنی انگلیوں کے پوروں سے دبایا تھا اور ماضی تھا جو اس کی نظروں کے سامنے گھومنے لگا تھا۔

❀❀❀

زریاب یزدانی جن کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ سب سے بڑا بیٹا احمر پھر ابصار' ملیحہ' افتخار اور سب سے چھوٹی کنزیٰ جو گھر بھر کی لاڈلی تھی۔ احمر اور ابصار کی شادیاں زریاب صاحب نے

اپنے بھائی کی بیٹیوں سے کر رکھی تھی' صالحہ احمر اور فریحہ ابصار جبکہ ملیحہ کی شادی انہوں نے اپنی بہن کے بیٹے اعزاز احمد سے کر دی تھی۔ چھوٹے بیٹے افتخار نے اپنی پسند سے اپنی کلاس فیلو ثمرین نیازی سے شادی کی جو اچھی فیملی سے تعلق رکھتی تھی اور اچھے اخلاق اور مل جل کر رہنے والی عادت کی مالک تھی۔ تینوں بہوؤں کی اپنی ساس نگہت زریاب سے خوب بنتی بھی تھی۔ زریاب پیلس خوشیوں کا گہوارہ رہا کرتا تھا۔ صالحہ احمر کو قدرت نے چار بیٹوں سے نوازہ نوفل' فیصل' سفیان' اور سب سے چھوٹا وصی احمر' بیٹی جیسی انمول نعمت سے صالحہ بیگم محروم ہی رہیں۔ فریحہ ابصار کے تین بچے تھے۔ عمیر' نورین' اور اشعر' ملیحہ اعزاز کو قدرت نے دو بچوں سے نوازا رابعہ اور روحان ثمر افتخار کے بھی دو ہی بچے تھے۔ حنا اور حسین عرف سنی۔

زریاب یزدانی نے اپنی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی کنزیٰ کی شادی اپنے دوست اور بزنس پاٹنر رمیز عالم کے بیٹے داؤد عالم سے کی۔ داؤد عالم نے یہ شادی اپنے باپ کے دباؤ میں آ کر کر تو لی مگر وہ کنزیٰ سے وفا نہ کر سکا' کیونکہ وہ تعلیم حاصل کرنے لندن گیا تھا اور وہیں اس کی دوستی جولین جوزف سے ہوئی اور وہ اسے دل دے بیٹھا تھا۔ رمیز عالم جولین کو اپنی بہو بنانا نہیں چاہتے تھے مگر کنزیٰ سے شادی کے بعد داؤد عالم لندن گیا اور جولین سے شادی کر لی۔

داؤد عالم کی بے وفائی کا غم کنزیٰ کو اندر ہی اندر کھاتا رہا اور یہ غم ہی اس کے برین کینسر کا سبب بنا۔ وہ جو ہر بات' اپنا ہر غم اپنے گھر والوں سے چھپائے مصنوعی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے رکھتی تھی۔ مگر جب اسے موت بے حد قریب نظر آئی تو اس نے ہر بات مرنے سے پہلے زریاب یزدانی کو بتا دی تھی۔ پھر ان سے اپنی آخری خواہش کا اظہار بھی کیا تھا۔

''ابا جی آپ میری بیٹی کو ہمیشہ اپنے پاس رکھیے گا' اسے داؤد عالم کو کبھی مت دیجئے گا ورنہ میری بیٹی سوتیلی ماں کے سائے میں رہے گی۔'' کنزیٰ نے ایک سال کی منحیٰ کو زریاب یزدانی کے بازوؤں میں دیا تھا۔ ''یہ ایک سال کی ہو گئی ہے اور اس نے آج تک اپنی بیٹی کی شکل نہیں دیکھی' مجھ سے وعدہ کریں میری بیٹی کو ہمیشہ اپنے پاس رکھیں گے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں تم سے کہ منحیٰ کو ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا' اسے کبھی کوئی تکلیف ہونے نہیں دوں گا مگر تم مت جاؤ' زندگی کی طرف لوٹ آؤ۔''

مگر اس کی موت اٹل تھی کوئی بھی مرتے ہوئے کو زندگی نہیں دے سکتا اور وہ بھی سب کو روتا چھوڑ کر گئی تھی اس کی موت کی خبر سن کر داؤد عالم پاکستان آیا تھا مگر اسے دیکھتے ہی زریاب صاحب

اپنے ہوش وحواس گم کر بیٹھے تھے۔

''تم میری بیٹی کے قاتل ہو میں کبھی معاف نہیں کروں گا تمہیں دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔''

''میں اپنی بیٹی سے ملنا چاہتا ہوں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''کون سی بیٹی' کس کی بیٹی وہ صرف میری کنزیٰ کی بیٹی ہے اس کی نشانی ہے میں اس کو کبھی تمہیں نہیں دوں گا۔تم کبھی اس کی شکل نہیں دیکھ سکو گے۔'' وہ نامرادی لندن واپس لوٹ گیا تھا۔

نگہت بیگم بھی اپنی لاڈلی بیٹی کی موت کا صدمہ برداشت نہ کر سکیں اور کنزیٰ کی وفات کے چار ماہ بعد ہی یہ دنیا چھوڑ گئیں۔منحیٰ کی پرورش کی ساری ذمے داریاں صالحہ بیگم نے سنبھال لیں کیونکہ ایک تو ان کا سب سے چھوٹا بیٹا وصی چھ سال کا تھا اور اسکول جاتا تھا۔جب کہ دوسری دیورانیوں کے بچے چھوٹے تھے۔پھر صالحہ بیگم کو تو منحیٰ کی شکل میں بیٹی جیسی نعمت مل گئی تھی' وہ خوبصورت اور گول مٹول سی منحیٰ کو پا کر ہواؤں میں اڑنے لگی تھیں۔منحیٰ پانچ سال کی تھی اور اول کلاس کی اسٹوڈنٹ تھی جب زریاب صاحب کو دل کا دورہ پڑا اور وہ اپنی موت سے خوف زدہ ہو گئے۔''احمر اگر میں مر گیا تو داؤد عالم منحیٰ کو لے جائے گا۔''

احمر اور صالحہ بیگم کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں تھیں۔''ایسے کیسے لے جائے گا ابا جی بیٹی ہے یہ میری۔''

''مت بھولو داؤد عالم اس کا سگا باپ ہے۔''

''میں اسے کسی کو بھی نہیں دوں گی۔'' صالحہ بیگم نے منحیٰ کو بانہوں میں بھرا پھر بے اختیار رونے لگی تھیں۔

''ایک راستہ ہے صالحہ بیٹا' اگر تم اس کا نکاح اپنے بیٹے وصی سے کر لو تو پھر یہ تمہاری بہو ہو جائے گی' پھر میرے مرنے کے بعد بھی داؤد عالم اسے نہیں لے جا سکے گا اور میں بھی سکون سے مروں گا۔''

"مگر ابا جی ابھی تو یہ دونوں بچے ہیں' کیسے انہیں اتنے اہم رشتے میں باندھ دیں۔" احمر صاحب الجھ کر باپ کو دیکھنے لگے تھے۔

"آج بچے ہیں کل بڑے ہو جائیں گے احمر۔"

"مگر ابا جی میرا دل نہیں مان رہا بڑے ہو کر ان کے نظریات وخیالات الگ ہوئے تو ہم صرف داؤد عالم کے ڈر سے اتنا بڑا قدم کیسے اٹھالیں۔"

"احمر! تو مجھے ناامید کر رہا ہے میں اوپر جا کر کنزی کو کیا جواب دوں گا میں اس کی بیٹی کو یوں ہی بے سہارا' تو نے بھی تو وعدہ کیا تھا کنزی سے۔"

"میں آج بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں ابا جی' میں دیکھ لوں گا داؤد عالم کو کیسے لے جائے گا وہ ضحیٰ کو۔"

"یہ تیار نہ ہوں' مگر میں تیار ہوں تایا ابو میں ضرور ضحیٰ کا نکاح وصی سے کروں گی' میں اپنی بیٹی کسی اور کو نہیں دوں گی۔"

"پاگل مت بنو صالحہ' چھوٹے بچوں کا نکاح کرنا درست نہیں ہے۔"

"آپ کی نظر میں درست نہیں ہے مگر میری نظر میں درست ہے یہ ہمیشہ میرے پاس رہے گی اس سے بڑھ کر میرے لیے خوشی کی اور کوئی بات نہیں۔ یہ میرے وصی ہی کی دلہن بنے گی۔"

اور احمر صاحب نے صالحہ بیگم کی ضد دیکھ کر لب بھینچ لیے تھے پھر ایک ہفتے بعد ہی ضحیٰ داؤد کا نکاح وصی احمر سے کر دیا گیا۔ نکاح کے ایک ماہ بعد ہی زریاب صاحب اس دنیا سے کوچ کر گئے مگر یہ سکون لے کر اپنے ساتھ گئے کہ وہ ضحیٰ کو محفوظ اور مضبوط ہاتھوں میں سونپ کر جا رہے ہیں۔

ضحیٰ کا 5th کلاس کا رزلٹ آیا تھا اور وہ پرموٹ آئی تھی اس بات کو لے کر فریحہ چچی کی بیٹی نورین کی رگ شرارت پھڑکی تھی۔ وہ وصی کے کمرے میں داخل ہوئی جو ابھی ابھی کالج سے لوٹا تھا۔

"وصی بھائی! آپ کو یاد ہے ابھی چھ ماہ پہلے آپ نے میٹرک میں ٹوپ کیا تھا۔"

"ہاں۔" وہ شرٹ کے بٹن بند کرتا فخریہ انداز میں مسکرایا تھا۔

"مگر بہت افسوس کی بات ہے آپ کی بیوی 5th کلاس میں پرموٹ آئی ہے۔"

"مت کہا کرو اسے میری بیوی۔" اس نے غصے سے رپورٹ کارڈ اس کے ہاتھ سے لی پھر امی کے کمرے میں چلا آیا تھا۔ "یہ دیکھ رہی ہیں' کیا کارنامہ انجام دیا ہے آپ کی لاڈلی نے۔" وہ غصے سے تلملایا تھا۔

"وصی! منجی کے پیپروں کے دوران نوفل کی شادی تھی۔"

"دوسرے بچوں نے بھی پیپر دیئے تھے ان میں سے تو کوئی پرموٹ نہیں آیا۔"

"دیکھو وصی' منجی میتھ میں کمزور ہے' میں نوفل کی شادی کی تیاریوں میں اس پر توجہ نہیں دے سکی' دوسرے بچوں کی ماؤں نے تو توجہ دی تھی اپنے بچوں پر' تم فکر مت کرو آئندہ پرموٹ نہیں آئے گی۔"

"امی! قسمت پھوڑ دی آپ نے میری اس جاہل گنوار سے میرا نکاح کر کے' کہاں میں ذہین فطین اور کہاں وہ کند ذہن اسے سمجھا دیں اسے پڑھنا ہے' میری طرح ہی ڈاکٹر بننا ہے' ورنہ......"

وہ پاؤں پٹختا کمرے سے باہر نکلنے لگا تھا بھاگ کر اندر آتی منجی اس سے ٹکرائی تھی۔

"جاہل' گنوار' جب دیکھو کھیلتی رہتی ہو۔" وہ غصے سے چلایا تھا۔

"منجی ڈر کر صالحہ بیگم کی گود میں چھپ سی گئی تھی۔

"وصی! اب ہر کوئی تمہاری طرح جنونی نہیں ہوتا تمہیں شوق ہے پڑھنے کا تم پڑھو مگر اس کی عمر ہے کھیلنے کودنے کی۔" امی نے غصے سے اسے جھڑکا تھا۔

"آپ کی باتیں اسے جاہل ہی رکھیں گی۔ وہ خفا ہوتا کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

❀❀❀

رابعہ کو اللہ نے ایک پیاری سی گڑیا فریال دی تھی ابھی وہ ایک سال کی ہی تھی کہ دانیال صاحب اس کے پیچھے چلے آئے تھے۔ نئی اسکول سے آ کر کبھی فریال کو تو کبھی دانیال کو اٹھائے گھومتی نظر آتی' اسی بات پر وصی جھنجلا جاتا تھا۔ ''کبھی پڑھ بھی لیا کرو احمق' کبھی بچے سنبھالتی ہو' کبھی کچن میں کام کرتی ہو' یہ سب کام نہیں آئے گا تمہارے پڑھنا کام آئے گا۔'' وہ ایک پل کو چونک کر اسے دیکھتی پھر رابعہ بھابی کو ان کا بچہ تھما کر پڑھنے بیٹھ جاتی مگر ڈھیر ساری محنت کے باوجود اس کا میٹرک میں اچھے نمبروں سے B گریڈ آیا تھا اور اس کا رزلٹ دیکھ کر وصی غصے سے چلایا تھا۔ ''یہ رزلٹ آیا ہے تمہارا' جانتی بھی ہو میڈیکل جوائن کرنے کے لیے تمہیں اے ون گریڈ کی ضرورت ہے۔''

''میں نے بہت محنت کی تھی اور کتنی محنت کروں۔'' وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

''جتنی محنت کچن میں کرتی ہو' خبردار اب اگر تم مجھے کچن میں نظر آئیں انٹر میں تمہیں ہر حال میں اے ون گریڈ لانا ہے' اس لیے ابھی سے محنت شروع کر دو۔'' وہ اسے جھڑکتے ہوئے بولا تھا۔

''بس کرو وصی' کیوں اس بچاری کو ڈانٹ رہے ہو۔ اب یہ تمہاری طرح تو ذہین نہیں ہے کہ ٹوپ کرتی پھرے۔''

''رابعہ بھابی! آپ لوگوں نے کیوں میرا نکاح اس کند ذہن لڑکی سے کیا۔ اب ہر کوئی مجھے یہ کہتا ہے کہ میری بیوی کند ذہن ہے اور مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ اس سے اچھی تو نورین ہے A گریڈ آیا ہے اس کا۔''

رابعہ چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ ''یہ بات تمہیں نورین نے ہی کہی ہو گی' وہ صفی کے پیچھے ہی پڑی رہتی ہے۔''

''وہ اس کے پیچھے نہیں پڑی رہتی بلکہ یہ ہے ہی نکمی' جاہل' گنوار' بس کچن کے کام کروا لو اس سے پڑھنے کے نام پر اس کی جان جاتی ہے' اسے سمجھا دیں اسے ہر حال میں میڈیکل جوائن کرنا ہے۔''

وصی کمرے سے گیا تو وہ رابعہ بھابی کے کاندھے سے لگ کر رونے لگی تھی۔ ''مجھے نہیں بننا ڈاکٹر' اچھی زبردستی ہے۔''

''وصی' چپ کرو اس نورین کی بچی کی شکایت تو میں ابصار ماموں سے کروں گی۔''

''وہ کیوں مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں' میں نہیں بنوں گی ڈاکٹر۔'' وہ بسوری تھی۔

''اس لیے حکم چلاتا ہے کہ تم پر اس کا حق ہے' بیوی ہو تم اس کی۔'' رابعہ نے بہت پیار سے اس کے آنسوؤں کو صاف کیا۔

''آپ بھی تو نوفل بھائی کی بیوی ہیں' وہ تو آپ کو نہیں ڈانٹتے اور یہ وصی ہر وقت کڑوا کریلا بنا گھومتا رہتا ہے' مجال ہے جو کبھی پیار سے بات بھی کر لے۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

رابعہ بھابی کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔ ''ابھی تم صرف اس کی منکوحہ ہو' جب بیوی بنو گی تو دیکھنا وہ تم سے کتنا پیار کرے گا۔''

''سچ بھابی۔'' وہ بے قراری میں جلدی سے بول گئی تھی' پھر رابعہ بھابی کو شرارت سے ہنستا دیکھ کر جھینپ گئی تھی۔

''بالکل سچ' مگر تم ایک کام کرو' کچن میں جانا کم کرو اور پڑھائی پر زیادہ توجہ دو۔'' وہ اس کا گال تھپتھپا کر بولیں۔

''فسٹ ایئر کے پیپروں سے دو ماہ پہلے فیصل بھائی کی شادی تھی۔ اور انٹر کے فائنل پیپروں سے پہلے اسے ملیریا بخار ہو گیا تھا۔ ثمینہ بھابی نے اس پر بہت محنت کی تھی اور وصی کی محنت رنگ بھی لائی تھی۔ اس کا پہلی بار A گریڈ آیا تھا مگر نمبر میڈیکل میں ایڈمیشن سے کم تھے وہ کچن میں کھڑی بریانی بنا رہی تھی۔ جب اخبار لیے وہ کچن میں داخل ہوا تھا۔

''تمہیں انٹر دوبارہ کرنا پڑے گا' تمہارے دو سال ضائع ہو جائیں گے' تمہاری بے وقوفی کی وجہ سے۔'' وہ غصے سے دھاڑا تھا۔

''میں انٹر دوبارہ نہیں کروں گی بلکہ بی ایس سی میں ایڈمیشن......''

''میں جو بھونک رہا ہوں تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا۔''

وہ اس کے غصے سے خوف زدہ ہو کر دیوار سے جا لگی تھی۔ مگر پھر بھی ہمت کر کے بولی۔ ”مجھے ڈاکٹر نہیں بننا‘ مجھ سے اتنی محنت نہیں ہو سکتی۔ میں بی ایس سی ہی......“

”تو تم انٹر دوبارہ نہیں کرو گی؟“

”جی......“

”تم ڈاکٹر بننا نہیں چاہتیں؟“

”جی......“ وہ منمنائی تھی۔

”تو میں بھی تم جیسی نکمی لڑکی کو ہرگز اپنی بیوی نہیں بناؤں گا‘ آج تم میری ایک خواہش کا احترام نہیں کر رہیں زندگی میں دوسری خواہشات کا احترام کیا خاک کرو گی۔ اس لیے میں آج تم سے اپنا ہر ناتا‘ ہر تعلق توڑ لوں گا۔“

”وصی“ اس نے گھبرا کر اسے دیکھا تھا‘ کس قدر سنگ دل نظر آ رہا تھا وہ اسے۔

”میں وصی احمر زریاب آج اپنے پورے ہوش و حواس میں اپنی منکوحہ حنیٰ داؤد عالم کو طلا......“

اس سے پہلے کہ وہ جملہ مکمل کرتا‘ کچن میں داخل ہوتی رابعہ نے گھبرا کر ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر جڑ دیا تھا۔ ”وصی ہوش میں تو ہو‘ جانتے بھی ہو کیا کرنے لگے ہو تم۔“

”ہاں معلوم ہے مجھے دس سال کا بچہ نہیں ہوں کہ نکاح کے معنی و مفہوم نہیں جانتا آج اکیس سال کا نوجوان ہوں میں طلاق کے معنی اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس لڑکی سے میری زندگی عذاب ہو جائے گی شادی کر کے۔“

شور کی آواز سن کر سب ہی کچن میں چلے آئے تھے۔ ”وصی خدا کے عذاب سے ڈرو‘ کیوں اپنی بے کار سی خواہش کے پیچھے اس معصوم کی زندگی برباد کر رہے ہو۔“

"میں اس کی اور اپنی زندگی برباد ہونے سے بچا رہا ہوں۔ اسے ڈائیورس دوں گا تو آپ اس کی شادی کسی اچھے سے لڑکے سے کر دینا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو وصی بیوی کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔ بند کرو یہ تماشا۔" نوفل غصے سے اس پر چیخا تھا۔

"آپ کیوں اسے میرے ساتھ نتھی رکھنا چاہتے ہیں' میں اسے ڈائیورس دینا چاہتا ہوں۔"

دھڑام کی آواز کے ساتھ ہی سب لوگ منحیٰ کی طرف متوجہ ہوئے تھے جو بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی تھی۔ فیصل نے آگ برساتی نظروں سے اسے گھورا تھا۔ "جی تو چاہتا ہے وصی تمہیں زندہ زمین میں دفن کر دوں لاوارث مجھ رہے ہو اسے' بہن ہے یہ ہماری۔ تم دفعہ ہو جاؤ یہاں سے' تمہارا نکاح ابو نے کیا تھا وہ بزنس کے سلسلے میں شارجہ گئے ہوئے ہیں۔ وہ ہی واپس آ کر تمہارا فیصلہ کریں گے۔" فیصل منحیٰ کو اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا تھا۔ پھر نوفل سے بولا۔ "بھائی! آپ جا کر کسی اچھے سے ڈاکٹر کو لے آئیں۔"

نوفل گیراج کی طرف بڑھا تھا پھر اسے کھڑا دیکھ کر غصے سے بولا۔ "تم دفعہ کیوں نہیں ہو جاتے کھڑے کیوں ہو۔"

اس نے بے حد حیرانی سے اپنی ماں اور بھائیوں کو دیکھا' دوسرے لوگ بھی گردن جھکائے خاموش کھڑے تھے۔ اس نے سلگتی نظروں سے سب کو دیکھا پھر پاؤں پٹختا اپنے کمرے میں جا کر بند ہو گیا۔

ڈاکٹر آ کر منحیٰ کو دیکھ گیا تھا اور اسے چھ گھنٹوں بعد ہوش بھی آ گیا تھا مگر اس کی مسلسل چپ ہر کسی کو پریشان کیے ہوئے تھی۔ ثمینہ بھابھی کھانے کی ٹرے لیے اس کے سامنے بیٹھی تھیں اور اس سے کھانے پر اصرار کر رہی تھیں۔ "پچھلے تین دنوں میں تم نے نہ کھانے کے برابر کھایا ہے' پلیز کچھ کھا لو اس طرح تو تم مر جاؤ گی' ٹینشن مت لو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" تب ہی نیچے سے احمر صاحب کے زور زور سے چیخنے کی آوازیں ابھری تھیں۔ وہ دوپہر کو شارجہ سے لوٹے تھے اور سارا قصہ سن کر سفیان کو وصی کو ہوٹل سے لینے بھیجا تھا۔ وہ بھی ثمینہ بھابی کی طرح بوکھلا کر سیڑھیوں کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

"تیری ہمت کیسے ہوئی منحیٰ کو ڈائیورس کی دھمکی دینے کی' منحیٰ ڈاکٹر نہیں بنے گی بلکہ وہ بی ایس سی ہی کرے گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔ سمجھے۔" وہ انگلی اٹھا کر وارننگ دینے والے لہجے میں بولے۔

"تو پھر میرا بھی فیصلہ سن لیں اگر ایسا ہوا تو میں ضرور منحیٰ کو ڈائیورس دوں گا۔" وہ نڈر اور ضدی لہجے میں بولا تھا۔

احمر صاحب غصے سے بھرے کسی شعلے کی مانند اس کی طرف بڑھے پھر ان کا دایاں ہاتھ اٹھا تھا اور کئی زوردار تھپڑ وصی کے گال کو سرخ کر گئے تھے۔

"ذلیل' کمینے' تیری اتنی جرت کہ تو مجھے کہہ رہا ہے کہ اسے ڈائیورس دے گا۔"

کمرے میں یکدم کھلبلی مچ گئی تھی۔ سب لوگ بوکھلا گئے۔ صالحہ بیگم گھبرا کر رونے لگیں تھیں جبکہ ابصار اور افتخار احمر صاحب کو اور نوفل اور فیصل وصی کو پکڑ کر ایک دوسرے سے دور کرنے لگے تھے۔

"احمر بھائی! یہ کیا کر رہے ہیں آپ جوان جہان لڑکا ہے آرام سے بات کریں۔"

"ارے بھاڑ میں گئی اس کی جوانی میرا کھاتا ہے میرے ہی پیسوں سے تعلیم حاصل کر رہا ہے اور مجھے ہی کہہ رہا ہے اسے طلاق ضرور دوں گا۔ نکل جاؤ میرے گھر سے آج کے بعد میں سمجھوں گا میرے چار نہیں صرف تین بیٹے ہیں۔"

"اب میں خود بھی یہاں ایک پل کے لئے نہیں رکوں گا اتنی انسلٹ کی آپ نے سب لوگوں کے سامنے میری اس لڑکی کے لیے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔"

"لڑکی نہیں' میری بیٹی ہے وہ۔"

"اور میں آج سے آپ کا بیٹا نہیں۔" وہ بھی غصے سے چیخ کر چیخا تھا۔

"تو میرے گھر میں کھڑے کیوں ہو دفعہ ہو جاؤ میرے گھر سے' مگر جانے سے پہلے منحیٰ کو ڈائیورس دے کر جاؤ' اس کی عدت مکمل ہو گی تو میں اس کی شادی اب سفیان سے کروں گا' بہت بڑی

غلطی کی میں نے جو اس کا نکاح تجھ جیسی بدبخت اولاد سے کیا۔"

"آپ پیپر تیار کروالیں۔ میں سائن کردوں گا۔" وہ پلٹنے لگا تھا' جب سفیان نے بڑے اضطراری انداز میں اسے پکارا تھا۔

"مت کروایسا' مت ہم سب کو ذہنی کرب دو ضحیٰ کے بارے میں سوچو وہ بہت بیمار ہے اس کی فکر کرو وصی' وہ تم سے پیار کرتی ہے' تم اسے تھوڑا وقت دو وہ ضرور تمہاری خواہش کا احترام کرے گی۔"

"تم کس بات کی تمہید باندھ رہے ہو' سیدھی طرح کیوں نہیں کہہ دیتے وہ لڑکی آپ کو بھی قبول نہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے وصی' ضحیٰ بہت اچھی لڑکی ہے' مگر میں نے اسے ہمیشہ اپنی بہن سمجھا ہے۔"

"مگر وہ آپ کی سگی بہن تو نہیں' خون کا رشتہ تو نہیں ہے آپ دونوں کے درمیان۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا تھا۔

"خون کے رشتے سے بڑھ کر ہوتا ہے دل کا رشتہ' میں دل سے اسے اپنی بہن......"

"سفیان!" احمد صاحب غصے سے دہاڑے تھے۔ "اگر تم ضحیٰ سے شادی کرنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے انکار کرو۔ اس گھٹیا انسان سے کیوں بحث کر رہے ہو' اور اگر تمہیں بھی انکار ہے تو تم بھی یہ گھر چھوڑ کر جاسکتے ہو۔"

"ابو۔" سفیان نے تڑپ کر انہیں دیکھا تھا۔ پھر سیڑھیوں پر کھڑی ضحیٰ کو جس کا چہرہ اسے اتنی دور سے بھی زرد نظر آ رہا تھا۔

"میرے لیے یہ رشتہ قبول کرنا مشکل ضرور ہوگا مگر ناممکن نہیں۔ آپ وصی سے کہیں ضحیٰ کو ڈائیورس دے دے میں تیار ہوں۔"

اور سیڑھیوں پر کھڑی ضحیٰ کا دماغ یکدم سن ہوگیا تھا' اس نے تو ہمیشہ انہیں اپنا سگا بھائی ہی سمجھا تھا۔ اور وہ کہہ رہے تھے وہ اس سے شادی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ کیسے لوگ ہیں اسے بے جان

مٹی کا بت سمجھ رہے ہیں۔ کیا دل لگانا اتنا آسان ہے۔ اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرتے ہوئے نہ کل اس کی مرضی کو اہمیت دی تھی' نہ اب دے رہے تھے۔ اس کا سر طرح چکرانے لگا تھا آنکھوں کے آگے یکدم اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے گرل چھوٹ گئی تھی اور وہ سیڑھیوں سے سلپ ہوتی نیچے کی طرف گرتی چلی گئی۔ ثمینہ اسے نیچے گرتا دیکھ کر چلائی تھی سب لوگ بھی اس کی طرف دوڑے تھے اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور وہ اپنے ہوش کھو چکی تھی۔

''فیصل! گاڑی نکالو۔'' احمر صاحب گھبرا کر چلائے تھے۔ نوفل نے اسے بازوؤں میں اٹھایا' پھر گیراج کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''اگر اسے کچھ بھی ہوا نا وصی' تو میں تجھے زندہ زمین میں گاڑھ دوں گا۔'' احمر صاحب غصے میں ان سب لوگوں کے پیچھے گیراج کی طرف بڑھتے ہوئے اس سے بولے تھے۔

صالحہ بیگم نے شدید اشتعال میں آ کر اسے دو تھپڑ لگائے تھے۔ ''خدا کے قہر و غضب سے ڈرو وصی' کیوں اس معصوم بچی کی بد دعا کو سمیٹ رہا ہے۔''

''میں نے کیا کیا ہے امی۔'' وہ ان کی بہتی آنکھوں سے نگاہ چرا کر آہستگی سے ان کے ہاتھوں سے اپنی شرٹ چھڑانے لگا تھا۔

''شادی گڑیا گڈے کا کھیل ہے' آپ لوگوں کے لیے اس سے نکاح تو ڑوایا' اس سے کر دیا۔ اسے طلاق دیتے ہوئے مجھے بھی تکلیف ہو رہی ہے اسے بھی ہو رہی ہوگی' تھوڑا صبر تو کریں' مگر نہیں ہمارے ابو کو تو نہ جانے کس بات کی جلدی مچی ہے۔''

صالحہ بیگم دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر صوفے پر بیٹھ کر بلک بلک کر رونے لگی تھیں۔

''اگر تو نے اسے طلاق دی نا وصی تو میں تمہاری کبھی شکل نہیں دیکھوں گی۔ ابھی بھی وقت ہے اپنی اس بے جا خواہش کا پیچھا چھوڑ دے' کیوں خواہ مخواہ کی ضد پکڑ رکھی ہے۔''

''میں اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہوں اگر منحیٰ ڈاکٹری پڑھنے کے لئے تیار ہے تو ٹھیک ورنہ میں اسے۔''

''خدا کرے وصی ایک دن تو اپنے اس فیصلے پر پچھتائے۔ تو بھی اسی درد اور تکلیف سے گزرے جس سے آج وہ بچی گزر رہی ہے۔''

''کیسی ماں ہیں آپ اپنی سگی اولاد کو بددعا دے رہی ہیں۔'' وہ خفا ہوا۔

''وہ بھی میری سگی ہے' پیدا ہی تو نہیں کیا' پالا تو ہے میں نے اسے تو دفعہ ہو جا' نکل جا میرے گھر سے۔'' صالحہ بیگم ہذیانی انداز میں چلائیں تھیں۔

اور وہ واقعی بیگ کاندھے پر رکھے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''اس جنم جلے کو جنم دینے سے پہلے میں مر کیوں نہ گئی' یا یہ کاش پیدا ہوتے ہی مر گیا ہوتا۔ کتنی کالک مل گیا میرے منہ پر۔ میں کیا منہ دکھاؤں گی تایا ابو کو اور کنزئی کو کاش یہ دن دیکھنے سے پہلے مجھے موت آ جاتی۔'' وہ ہذیانی انداز میں روئے جا رہی تھیں۔

''چپ کر جائیں نا' پلیز سب ٹھیک ہو جائے گا فریحہ ابصار انہیں چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ثمرین بھاگ کر پانی کا گلاس لے آئی تھی۔

''اب کچھ ٹھیک نہیں ہو گا فریحہ' ہم نے داؤد عالم کو اس کی بیٹی دیکھنے تک نہیں دی۔ داؤد عالم نے جو کچھ کنزئی کے ساتھ کیا اس کی سزا خدا اسے دیتا' مگر سزا تو ہم نے دی اسے میری کوئی بیٹی نہیں تھی' ہنی کو بیٹی کے روپ میں پا کر خود غرضی کی پٹی بندھ گئی تھی میری آنکھوں پر۔ اسی بات کی آج مجھے سزا مل رہی ہے۔ کاش میں نے داؤد عالم کو اس کی بیٹی سونپ دی ہوتی تو آج یہ دن دیکھنا نہیں پڑتا مجھے' کتنی بڑی غلطی کی میں نے خدا مجھے معاف کر دے۔ ایک باپ کو اس کی بیٹی سے جدا رکھا۔''

اور اندر آتا سفیان احمر ٹھٹھک کر رک گیا تھا۔

❀❀❀

ہنی کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ تین دن موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد چوتھے دن ڈاکٹرز نے اس کی زندگی کی نوید دی تھی۔ سب لوگ جو اس کی زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ پندرہ دن اسپتال میں رہنے کے بعد آج سولہویں دن وہ زریاب پیلس آئی تھی اور اس کے آنے کے دو گھنٹے بعد ہی سولہ سال بعد ایک بار پھر داؤد عالم'

زریاب پیلس آیا تھا۔

"تم ......" احمر صاحب کو داؤد عالم کو دیکھ کر جھٹکا لگا تھا۔ "کیا لینے آئے ہو آج یہاں۔" وہ جو پہلے ہی ٹوٹے بکھرے ہوئے تھے داؤد عالم کو دیکھ کران کے اعصاب مزید بوجھل سے ہو گئے تھے۔

"میں یہاں آج اپنی بیٹی کو لینے آیا ہوں۔"

"وہاٹ' تم اچھی طرح جانتے ہو وہ میری بیٹی ہی نہیں میری بہو بھی ہے۔"

"کیسی بہو۔" داؤد عالم استہزائیہ ہنسی ہنسے تھے۔ "زبردستی کے رشتے کبھی پائیدار نہیں ہوتے' یہ بات میں ہی نہیں آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ وصی منجی کو ڈائیورس دینا چاہتا ہے اور میں ......"

"تم ......تم' یہ سب کس طرح جانتے ہو؟" احمر صاحب کے حواس معطل ہو گئے تھے۔

"یہی نہیں میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ میری بیٹی پندرہ دن اسپتال رہ کر آئی ہے' اب اگر آپ سے میری بیٹی کی خوشیوں کی حفاظت نہیں ہو سکتی تو پلیز میری بیٹی' مجھے دے دیں۔"

"نہیں کسی صورت بھی نہیں' وہ میری بیٹی ہے' پیار کرتا ہوں میں اس سے۔" احمر صاحب لڑکھڑا سے گئے۔

"اگر وصی' منجی کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو گیا تو میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں آپ کی امانت آپ کو لوٹا دوں گا۔"

"نہیں اگر وصی نے اسے طلاق دے بھی دی تو میں اس کی شادی سفیان سے کردوں گا۔"

"اور میں ایسا ہونے نہیں دوں گا' دل لگانا اور شادی نبھانا آسان نہیں ہے احمر بھائی۔ میری بیٹی کی شادی وصی احمر سے ہی ہو گی' ایک عرصے وہ اس کے نام سے منسوب رہی ہے' اب کیسے کسی

دوسرے شخص کو قبول کرلے گی۔"

"چاہے جو ہو میرا باپ اسے میرے حوالے کرکے گیا تھا' میں اسے کبھی تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔"

"کرنا تو پڑے گا احمر بھائی کیونکہ اس بار مجھے میری بیٹی نے پکارا ہے۔ وہ بالغ ہے اگر آپ اسے مجھے نہیں سونپیں گے تو میں کورٹ کا سہارا لوں گا۔"

"جھوٹ' بکواس' تم منجی پر الزام لگا رہے ہو۔ منجی تو تمہارے بارے میں جانتی تک نہیں۔"

"یہ رہا اس کا خط اس کی رائٹنگ تو پہچانتے ہیں نا آپ؟"

منجی کا خط دیکھ کر احمر صاحب کا کلیجہ منہ کو آ گیا تھا۔ سفیان! منجی کو بلا کر لاؤ۔" وہ بہ مشکل حلق سے آواز کھینچ کر لائے۔ اور وہ چلی آئی تھی سر جھکائے' نگاہ چرائے۔ گردن مجرموں کی طرح جھکائے' کھڑی تھی۔

"کہاں کمی رہ گئی میرے پیار میں' کہاں غلطی ہوئی مجھ سے' جو تم نے ایسا کیا؟" انہوں نے اس کا خط اس کی طرف بڑھایا۔

"اپنے بیٹوں سے بڑھ کر چاہا میں نے تمہیں۔"

"مجھے معاف کردیں بڑے ابو۔" وہ ان سے لپٹ کر بلک بلک کر رونے لگی تھی۔

"کیوں معاف کروں میں تمہیں' دردیا ہے تم نے مجھے' شرمندہ کیا ہے تم نے مجھے میرے باپ کے سامنے۔ وصی نے کیا کم کیا تھا جو تم نے مجھے توڑ دیا' تمہاری خاطر میں نے اپنے بیٹے سے رشتہ توڑ لیا' پھر بھی تم نے ایک پل میں مجھے برباد کردیا۔ مجھے یہ احساس دلایا کہ میں تمہارا باپ نہیں' ماموں ہوں۔"

"یہی تو میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ وصی سے رشتہ توڑ دیں۔ میں خود غرض نہیں ہوں' میں ایک باپ سے اس کے بیٹے کو جدا کرنے کا سبب نہیں بننا چاہتی۔"

"نہیں اب وہ اس گھر میں کبھی قدم نہیں رکھے گا۔"

"نہیں بڑے ابو آپ اس پر اس گھر کے دروازے بند مت کریں' اگر آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں تو اسے معاف کردیں کیونکہ یہ گھر اور یہ سب رشتے اس کے ہیں' میرا ان پر کوئی حق نہیں ہے۔"

"کیوں حق نہیں ہے۔ ان سب پر تمہارا حق ہے' تم میری بیٹی ہی نہیں میری بہو بھی ہو۔"

"جس شخص سے یہ رشتہ جڑا ہے وہ مجھے ٹھکرا گیا ہے بڑے ابو۔" وہ کرب سے بولی تھی۔

"وہ ٹھکرا گیا تو کیا ہوا میں تمہاری شادی سفیان سے......"

"نہیں بڑے ابو۔" وہ بوکھلا کر ان سے الگ ہوگئی تھی۔ "آپ...... آپ ایسا سوچئے گا بھی مت' سفیان میرا بڑا بھائی ہے۔"

"منجی' صرف چند دن تمہیں لگیں گے پھر سب ٹھیک......"

"نہیں بڑے ابو' میں مر بھی جاؤں تب بھی نہیں......"

"ٹھیک ہے اگر تمہیں سفیان سے شادی نہیں کرنی تھی تو تم مجھ سے کہتیں' تم نے داؤد عالم کو کیوں......"

"میں یہاں سے دور جانا چاہتی ہوں بڑے ابو...... یہاں میرا دم گھٹ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے منجی' جیسے تمہاری مرضی۔" انہوں نے پیار سے اس کا سر تھپتھپایا تھا پھر اسے بازوؤں کے حصار میں لیے داؤد عالم کے پاس چلے آئے تھے۔ "میں تمہیں اسے سونپ تو رہا ہوں داؤد عالم' مگر اس وقت میرے دل پر کیا گزر رہی ہے' تم نہیں جانتے' اس کا خیال رکھنا۔"

داؤد عالم نے آج زندگی میں پہلی بار اسے سینے سے لگایا تھا۔ اپنی بیٹی کو پہلی بار چھوا تھا۔ درد کا ایک سمندر تھا جو دل سے امل کر آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔ کافی دیر بعد احمر صاحب نے ہی آگے بڑھ کر داؤد عالم کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ "بس کرو وہ ویسے ہی بیمار ہے اسے مت رلاؤ۔"

داؤد عالم روئی روئی آنکھوں سے مسکرائے تھے۔ "چلیں منحیٰ۔"

"ڈیڈی! میں سب لوگوں سے مل لوں۔"

"ہاں جاؤ' سب سے مل آؤ۔"

منحیٰ لاؤنج سے اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ جب احمر صاحب داؤد عالم سے بولے۔ "ویسے تو میں خود منحیٰ سے ملنے لندن آؤں گا مگر پھر بھی تم اسے لے جا کر اپنی انگریز بیوی کے حوالے مت کر دینا۔"

"احمر بھائی! میں نے کنزیٰ کے ساتھ زیادتی کی تھی' اس کی سزا قدرت نے مجھے بہت جلد دے دی تھی' جولین تو طلحہ کی پیدائش پر ہی یہ دنیا چھوڑ گئی تھی۔ میں نے اکیلے ہی طلحہ کی پرورش کی ہے۔"

"کیا؟" احمر صاحب نے حیرانی سے داؤد عالم کو دیکھا پھر گہرا سانس کھینچ کر بولے۔ "افسوس ہوا سن کر اب آئے ہو تو رک جاؤ' رات کا کھانا کھا کر جانا بلکہ تمہاری فلائٹ کب کی ہے؟"

"صبح گیارہ بجے کی۔"

"ٹھیک ہے رات یہیں رک جاؤ' منحیٰ سب سے آرام سے مل لے گی۔"

"میں آپ کی بات مان لیتا ہوں اگر آپ میرا ایک مشورہ مان لیں تو آپ وصی کو معاف کر دیں اسے گھر لے آئیں۔ ابھی وہ بچہ ہے نا سمجھ ہے۔"

"نہیں داؤد عالم' وصی کو میں کبھی ......"

"میری بیٹی کا مستقبل بندھا ہے اس کے ساتھ' اگر وہ بھٹک گیا' غلط ہاتھوں میں پڑ گیا تو کل کو میں اور آپ دونوں ہی روئیں گے۔ میں نے آپ کی بہن کا مستقبل تاریک کیا تھا اور وصی میری بیٹی کا مستقبل تاریک کر سکتا ہے۔ جانتے ہیں منحیٰ کیوں سفیان کو قبول کرنے سے انکار کر رہی ہے کیونکہ وہ وصی کے سپنے پلکوں پر سجا چکی ہے اور میں نہیں چاہتا میری بیٹی کا حال بھی کنزیٰ جیسا ہو۔"

داؤد عالم کی بات اگرچہ تلخ تھی مگر سچ تھی۔

"میں منحیٰ کے مستقبل کو تاریک نہیں ہونے دوں گا داؤد عالم۔" وہ ایک عزم سے بولے تھے۔

"تو پھر وصی کو جا کر گھر لے آئیں۔ شاید وقت کے ساتھ ساتھ وصی منحیٰ کو دل سے قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔"

"اگر وصی منحیٰ کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو گیا تو تم میری امانت مجھے واپس کرو گے۔" احمر صاحب نے گہری نگاہوں سے داؤد عالم کو دیکھا تھا۔

"بالکل احمر بھائی' بیٹیاں پاس رکھنے کی چیز تو نہیں' پھر مجھے وقت آنے پر اس کی شادی تو کرنا ہو گی اور اگر میری بیٹی کو اس کی محبت مل جائے گی مجھے تو بہت خوشی ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔" احمر صاحب لب دانتوں میں دبا کر اضطرابی انداز میں سر جھکا گئے تھے۔

"منحیٰ کی خاطر میں وصی کو معاف کرنے کے لیے تیار ہوں مگر تم اپنا وعدہ یاد رکھنا۔"

"بالکل احمر بھائی۔" ایک عرصے بعد داؤد عالم نے سکون کا سانس لیا تھا۔

❀❀❀

"وصی! تم ہوٹل سلیکٹ کرو میں پانچ منٹ میں ہاتھ لے کر آیا پھر ڈنر کرنے چلتے ہیں۔" اسد ہمدانی واش روم میں گھس گیا تھا۔ تب ہی کسی نے کمرے کا دروازہ ناک کیا تھا۔ اس نے اٹھ کر

دروازہ کھولا پھر باہر کھڑے اجنبی شخص کو دیکھ کر بولا۔ ''جی فرمائیں کس سے ملنا ہے آپ کو؟''

''میں تم سے ملنے اور تمہیں لینے آیا تھا وصی۔''

''جی کون ہیں آپ اور مجھے کیسے جانتے ہیں۔'' وہ حیران ہوا۔

''میں داؤد عالم ہوں' ضحیٰ کا باپ۔''

''اس کا حلق یکدم ان کے تعارف کروانے پر کڑوا ہوا۔ اسے معلوم تو تھا داؤد عالم لندن میں رہتا ہے لندن آتے ہوئے ابو نے بھی ہدایت کی تھی کہ وہ داؤد عالم سے لندن جا کر رابطہ کرے مگر اس نے پچھلے چار ماہ میں ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ وہ ضحیٰ سے ملنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

''میں اپنے بیٹے کے پاس سڈنی گیا ہوا تھا' فون پر میری احمر بھائی سے بات ہوئی' انہی سے مجھے معلوم ہوا کہ تم F.R.C.S کرنے لندن آئے ہوئے ہو۔ میں کل ہی سڈنی سے واپس آیا اور آج تمہیں ڈنر کے لیے لینے آیا ہوں۔''

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا' ہمدانی واش روم سے بال خشک کرتا باہر آیا۔

''وصی اب بتاؤ کون سے ہوٹل ڈنر کرنے چلیں؟'' پھر اس کے ساتھ کھڑے شخص کو دیکھ کر بولا۔ ''وصی یہ کون ہیں؟''

وہ لب بھینچے کھڑا تھا۔ ضحیٰ کے لندن آ جانے کے بعد اس نے سوچا تھا' خس کم جہاں پاک مگر اب داؤد عالم کو دیکھ کر اسے ابو کا کارنامہ سمجھ میں آ رہا تھا۔ اس نے تو F.R.C.S کے لیے امریکہ جانے کے لئے کہا تھا مگر اس کے داخلے کے بعد ابو نے بتایا تھا کہ اس کا داخلہ انہوں نے لندن ......''

''وصی! میں پوچھ رہا ہوں یہ کون ہیں؟''

''میں اس کا پھوپھا ہوں اُس کو ڈنر کے لیے لینے آیا ہوں۔''

''وصی! تم نے بتایا نہیں یہاں لندن میں تمہارے پھوپھا بھی رہتے ہیں۔ چلو تمہارے ڈنر کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ اب میں سوچوں مجھے کہاں جانا ہے؟''

''تم وصی کے دوست ہو اور اس کے روم میٹ بھی تم بھی چلو میرے ساتھ۔ میرے گھر ڈنر کے لیے میری بیٹی بہت اچھا کھانا بناتی ہے کیوں وصی؟''

''سچ انکل! میں بھی چلوں۔'' اسد ہمدانی یکدم بے حد خوش ہوا تھا جبکہ وصی کا دل چاہا تھا اسد ہمدانی کا گلا دبا دے وہ جانا نہیں چاہ رہا تھا اسی لیے بہانا بناتے ہوئے بولا۔ ''وہ پھوپھا' آج مجھے کچھ کام ہے میں پھر کبھی ......''

''دفعہ کر یار کام کو وہ اتنی محبت سے دعوت دے رہے ہیں اور آج چار ماہ بعد گھر کا کھانا نصیب ہوگا میں تو لندن آ کر ترس گیا ہوں گھر کے کھانے کو۔''

''چلیں وصی۔'' داؤد عالم بولے اور وہ اسد ہمدانی کے سامنے مجبور ہو گیا تھا اور دل ہی دل میں اسے کوس رہا تھا جو ندیدوں کی طرح کھانے کے نام پر فوراً چلنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ یوں جیسے زندگی میں کبھی کھانا ہی نہیں کھایا ہو۔

گاڑی جس بنگلے کے اندر داخل ہوئی وہ اتنا شاندار بنگلہ دیکھ کر پل بھر کو حیران ہوا تھا۔

''انکل! آپ کا بنگلہ تو بہت شاندار ہے۔'' اسد ہمدانی تعریف میں بولا تھا اور وہ جل کر کباب ہو گیا تھا۔ ''کیا پہلی بار بنگلہ دیکھ رہے ہو۔''

''تھینکس بیٹا۔'' داؤد عالم مبہم سا مسکرائے تھے پھر دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو گئے تھے۔

''منجی بیٹا کھانا لگا دو مہمان آ گئے ہیں۔''

''وصی یار تمہارے پھوپھا تو مجھے بہت امیر لگ رہے ہیں۔''

''بکواس بند کرو۔'' وہ جھنجلا گیا تھا۔

''تم دونوں منہ ہاتھ دھولو میں صنجی کو دیکھتا ہوں۔'' وہ کچن کی طرف بڑھ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ان دونوں کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر چلے آئے۔ کھانا واقعی بہت ذائقہ دار تھا۔ اس نے آج کئی ماہ بعد سیر ہو کر کھانا کھایا تھا۔ بریانی' چکن کڑھائی' فش فرائی' کباب' سلاد' رائتہ اور میٹھے میں اس کی پسند کی بادام کی کھیر۔ اسے واقعی گھر کی یاد آ گئی تھی۔

وہ کھانے کے بعد ٹی وی لاؤنج میں چلے آئے تھے جب وہ چائے کی ٹرالی لیے اندر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔ ''السلام علیکم۔'' اس نے چونک کر اسے دیکھا تھا جبکہ وہ چائے کپوں میں نکال رہی تھی۔

''یہ میری بیٹی ہے صنجی اور صنجی' یہ وصی کا دوست ہے اسد ہمدانی۔''

وہ اسد ہمدانی کو چائے کا کپ تھماتی ہوئی ذرا سا مسکرا کر بولی۔ ''نائس ٹو میٹ یو۔''

''مجھے بھی آپ سے مل کر خوشی ہوئی بلکہ آپ کے ہاتھ کا کھانا کھا کر بہت مزا آیا۔ صرف بریانی میں مرچیں تھوڑی سی تیز تھیں۔''

''وصی بریانی چٹ پٹی ہی کھاتے ہیں۔'' وہ بولتے بولتے یکدم رک گئی تھی جبکہ حیرانی سے گردن اٹھا کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ ابھی تو اس کے چہرے پر بیگانگی کے تاثرات تھے۔

''ایکسکیوزمی' کل میرا ٹیسٹ ہے مجھے اس کی تیاری کرنی ہے۔'' وہ یکدم اٹھ کر ٹی وی لاؤنج سے باہر چلی گئی تھی۔

''انکل آپ کی بیٹی کون سی کلاس میں پڑھتی ہے؟''

''میڈیکل کے تیسرے سال میں۔'' داؤد عالم وصی کو دیکھ کر مدھم سے مسکرائے تھے۔ اور وہ کرنٹ کھا گیا تھا۔ جبکہ اسد ہمدانی حیرانی سے بولا تھا۔

''میں تو انہیں میٹرک کی طالبہ سمجھ رہا تھا۔ اتنی چھوٹی سی تو لگ رہی تھیں وہ اور اتنی مشکل پڑھائی کے ساتھ اتنی اچھی کوکنگ بھی کر لیتی ہیں امیزنگ۔ آپ بہت خوش قسمت ہیں انکل جو ان جیسے

ملک میں آپ کو اتنا اچھا کوک ملا ہوا ہے۔'' اسد ہمدانی شرارت سے مسکرایا تھا۔

''یہ سب وصی کی مہربانی ہے۔'' داؤد عالم ایک بار پھر اسے دیکھ کر خفیف سے مسکرائے تھے۔ اور وہ ان کی بات کا مطلب سمجھ کر شرمندگی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''میں چلوں گا پھوپھا' مجھے دیر ہو رہی ہے۔''

داؤد عالم انہیں چھوڑنے باہر تک آئے تھے۔''وصی اب تو تم نے گھر دیکھ لیا ہے اب آتے جاتے رہنا۔'' وہ ان کی بیٹی کا شوہر تھا اور وہ چاہتے تھے ان دونوں کے درمیان جو دیوار حائل ہو گئی ہے وہ گر جائے۔''

''میں کوشش کروں گا پھوپھا۔'' وہ مروتاً بولا تھا۔

''انکل یہ آئے نہ آئے' مگر میرا دل جب بھی کھانا کھانے کو چاہا تو میں ضرور آؤں گا۔'' اس نے اسد ہمدانی کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔ مگر وہ بھی ایک نمبر کا ڈھیٹ تھا کھلکھلا کر ہنستے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس نے الوداعی ہاتھ ان سے ملایا تھا جب وہ بولے۔

''وصی میں تمہارا احسان مند ہوں تمہاری ہی وجہ سے مجھے سترہ سال بعد اپنی بیٹی ملی۔''

''آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں پھوپھا۔'' وہ حیران ہوا تھا ان کی بات سن کر۔

''نہیں' میں تم سے ناراض نہیں ہوں بلکہ تمہارا احسان مند ہوں' تمہاری وجہ سے میں نے اپنی بیٹی کو پایا ہے مگر تم ایک احسان اور کرو مجھ پر یہاں آتے جاتے رہو' کیونکہ منحیٰ کبھی کبھی بہت تنہائی محسوس کرتی ہے۔ اتنے بھرے پُرے گھر میں رہتی تھی۔ یہاں میں اکیلا پھر بزنس میں بھی مصروف رہتا ہوں۔ آتے جاتے رہنا۔'' داؤد عالم نے بہت پیار سے اس کا گال تھپتھپایا۔

''میں بہت شرمندہ ہوں آپ سے۔''

''چھوڑ دیا ز جب میں کہہ رہا ہوں میں ناراض نہیں ہوں۔''

''وصی! چلنا نہیں ہے کیا' رات یہیں رکنا چاہتے ہو۔'' اسد اسے آوازیں دے رہا تھا۔

''اچھا پھوپھا جی اللہ حافظ۔'' وہ یکدم ہلکا پھلکا ہو کر ان کا ہاتھ تھپتھپاتا گاڑی کی طرف بڑھ آیا تھا۔

وہ اسپتال سے تھکا تھکا سا کمرے میں داخل ہوا تھا' ٹک سک سے تیار اسد جلدی سے بولا تھا۔ ''وصی جلدی سے تیار ہو جاؤ۔''

''نہیں یار میرا کہیں بھی جانے کو دل نہیں' تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ تم یوں کرو واپسی پر میرے لیے کھانا پیک کروا کر لے آنا۔''

''ٹھیک ہے' میں منحیٰ سے کہوں گا تمہارے لیے کھانا پیک کر دے۔''

وہ جو بستر پر لیٹ گیا تھا ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔ ''کیا بکواس کی' کہاں جا رہے ہو تم؟''

''تمہارے پھوپھا کے گھر' میرا دل بہت دنوں سے کڑھی چاول کھانے کو چاہ رہا ہے اور تم تو جانتے ہو اول تو لندن میں ایسی چیز ملتی نہیں ہے اور اگر اتفاق سے مل بھی جائے تو اخ تھو پانی میں بیسن گھول کر دے دیتے ہیں۔''

''کڑھی تو منحیٰ واقعی بہت اچھی بناتی ہے' مگر یار اسد یوں روز روز کسی کے گھر جانا اچھی بات نہیں ہے۔'' اس کی نگاہوں میں منحیٰ کا خفا خفا سا چہرہ گھوم گیا تھا۔

''روز روز کہاں یار ایک ماہ دو دن پہلے گئے تھے۔ تم مت جاؤ میں واپسی پر تمہارے لیے کڑھی چاول لیتا آؤں گا۔''

''لعنت ہے تیرے اس خوبصورت چہرے پر میرے پھوپھا کے گھر جا رہا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں نہ جاؤں۔'' اس نے اسد کی کمر پر ایک زوردار دھپ رسید کی تھی۔

''میں نے یہ کب کہا' میری کمر توڑ دی مفت میں' میں تو کہہ رہا تھا چل تو ہی کہہ رہا ہے تو تھکن محسوس ......

''میں دو منٹ میں کپڑے بدل کر آیا' پھر چلتے ہیں۔''

بیل دینے پر دروازہ داؤد عالم نے ہی کھولا تھا۔

''ارے وصی تم' آؤ آؤ اندر آؤ۔'' داؤد عالم اسے گلے لگا کر یکدم مسکرائے تھے۔

''انکل! کیا میں باہر سے ہی واپس چلا جاؤں۔ حالانکہ اس کو یہاں میں لے کر آیا ہوں' یہ تو آ بھی نہیں رہا تھا۔'' اسد خفگی سے بولا تھا۔

''آؤ یار تم بھی آؤ اور بڑی مہربانی تمہاری اسے یہاں لانے کی' اب بتاؤ کیا چاہیے تمہیں انعام کے طور پر؟'' داؤد عالم مسکرائے۔

''کڑھی چاول۔'' اسد ہمدانی جلدی میں بول گیا پھر بوکھلا کر بولا۔ ''وہ دراصل انکل ......''

''ٹھیک ہے بیٹھو' میں منجی سے کہتا ہوں وہ بنا دے گی۔ منجی ......'' انہوں نے آواز لگائی تھی۔ ان کی دوسری آواز پر وہ کمرے میں داخل ہوئی پھر انہیں دیکھ کر یکدم سلام جھاڑا تھا۔

''منجی بیٹا' یوں کرو کڑھی چاول بنالو۔''

''ڈیڈی وہ کڑھی تو پانچ چھ گھنٹوں میں تیار ہوگی' یہ چھ گھنٹہ انتظار کرلیں گے۔''

''کیا! چھ گھنٹے؟ میرے پیٹ میں تو اسی وقت چوہے دوڑ رہے ہیں۔ دوپہر میں بھی کڑھی چاول کے انتظار میں میں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔'' اسد روہانسا ہو کر بولا تھا۔

''ٹھیک ہے میں کچھ اور بنا دیتی ہوں۔ آپ کو کڑھی چاول پھر کسی اور دن ......''

''کسی اور دن کب' کل بنا دیں گی۔''

''کل' مگر صبح تو مجھے یونیورسٹی جانا ہوتا ہے ہاں سنڈے کو بنا سکتی ہوں۔''

''تھینک یو میں سنڈے کو ضرور آؤں گا۔اس کڑھی چاول کی خواہش نے تو آج مجھے بھوکا ماردیا۔''

''آدھا گھنٹہ انتظار کرلیں۔'' وہ کچن کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

پھر ٹھیک آدھے گھنٹے بعد اس نے کھانا ٹیبل پر لگا دیا تھا۔مٹر پلاؤ، نرگسی کوفتے، شامی کباب، وہ گرم گرم روٹیاں ڈال کر دے رہی تھی اور اسد یوں کھا رہا تھا جیسے ایک ماہ بعد کھانا نصیب ہوا ہو۔ کھانے کے بعد وہ بلیک کافی بنا لائی تھی۔کافی پیتے اسد یکدم اس سے بولا۔''صحیٰ! آپ نے آدھے گھنٹے میں اتنی ڈھیر ساری چیزیں تیار کرلیں جن تو نہیں ہیں آپ؟''

''کوفتے اور کباب تو میں نے دوپہر کو بنائے تھے آج میں یونیورسٹی نہیں گئی تھی۔ہاں مٹر پلاؤ اور بیسن کا حلوہ ابھی بنایا ہے۔''

''اوہ آئی سی، میں تو پریشان ہی ہو گیا تھا۔''

''یہ سوچ کر کہ میں جن ہوں۔'' وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔وہ جتنا اسد ہمدانی سے بے تکلفی سے باتیں کر رہی تھی اتنا ہی اس سے لاتعلقی کا اظہار کر رہی تھی یوں جیسے اس سے اس کا کوئی رشتہ ہی نہ ہو۔اور اس کا یہ لاتعلقی کا اظہار اسے کھٹک رہا تھا۔

''آپ کا جو دل چاہے کھانے کو مجھے کہیئے گا میں بنا دوں گی مگر میری ایک شرط ہے۔''

''شرط؟'' اسد نے خالی کپ میز پر رکھا۔وہ جا کر بکس اور پین لے آئی تھی۔''مجھے یہ چند سوال سمجھ میں نہیں آ رہے آپ سمجھا دیں گے۔''

''ہاں بالکل سمجھا دوں گا۔''پھر اسد اسے پڑھانے بیٹھ گیا تھا جبکہ داؤد عالم اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔وہ بری طرح سلگتے ہوئے اٹھ کر ادھر ادھر ٹہلنے لگا تھا مگر پھر گھر میں لگی تصاویر کو چونک کر دیکھنے لگا تھا نوفل بھابی اور فیصل بھائی کی شادی کی تصاویر، امی ابو کی مشترکہ تصویر اس کی اور سفیان کی بڑی سی تصویر جس میں وہ دونوں کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔یہ تصویر فیصل بھائی کی شادی پر صحیٰ نے ہی کھینچی تھی۔

"کیا دیکھ رہے ہو وصی؟" داؤد عالم کی آواز پر وہ بری طرح چونک گیا تھا۔ "یہ تصاویر ضحیٰ نے لگا رکھی ہیں' میں نے کہا تھا نا تم سے' ضحیٰ سب کو یاد کرتی ہے مگر مجھ سے کچھ کہتی نہیں' سفیان کے علاوہ آج پہلی بار کسی اور کے ساتھ یوں ہنستے دیکھا ہے۔ مجھے لگ رہا ہے' اسد میں اس نے سفیان کو تلاش کیا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے سفیان یہاں آتا جاتا ہے۔" وہ حیران ہوا۔

"ہاں جب ضحیٰ میرے ساتھ لندن آئی تو اس نے کئی چکر لگائے تھے۔ ضحیٰ کی ٹوٹی بکھری شخصیت کو سمیٹنے میں سفیان نے ضحیٰ کی بڑی مدد کی بلکہ اگر آج ضحیٰ زندہ ہے تو اس میں سفیان کا سب سے بڑا ہاتھ ہے اگر وہ میرے پاس آ کر مجھے نہ بتاتا تو میں کبھی جان ہی نہ پاتا کہ میری بیٹی کس حال میں ہے۔" اور وہ الجھی تھی یکدم سلجھ گئی تھی کہ داؤد عالم کو کیسے معلوم ہوا' ضحیٰ کے بارے میں۔ "تو سفیان احمر یہ تمہارا کام ہے۔"

"چلیں وصی۔" اسد اس کے قریب کھڑا اس سے کہہ رہا تھا۔

"تو آپ سنڈے کو آئیں گے' میں آپ کے لیے کڑھی بنا کر رکھوں گی۔"

"ہاں اور جو مشکل لگا سے نوٹ کر لینا میں آ کر سمجھا دوں گا۔ ویسے وصی تمہاری کزن تو کافی ذہین ہے۔"

"میں بہت کند ذہن ہوں' آپ لوگوں کی طرح ذہین اور فطین نہیں کہ ٹوپ کروں۔" وہ اس پر سیدھے چوٹ کر گئی تھی۔ وہ لب بھینچے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے یونہی کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"ارے ضحیٰ' تمہیں کیسے معلوم کہ میں ٹوپ لیسٹ ہوں۔ میں نے تو تمہیں بتایا نہیں۔" اسد حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیونکہ کند ذہن لوگوں سے وصی دوستی تو کیا بات بھی کرنا پسند نہیں کرتے۔" وہ اس پر طنز کر کے رکی نہیں تھی' یکدم مڑی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اسد ہمدانی کھلکھلا کر ہنس دیا تھا۔ "یار وصی' میں تو سمجھ رہا تھا تمہاری کزن تمہیں سمجھتی نہیں ہے' مگر اس نے تو ایک ہی لفظ میں تمہاری پوری تعریف بیان کر دی۔"

"بکواس بند کرو۔" وہ طیش میں آ کر اسد ہمدانی کو جھڑکتا گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس کا طنز اسے زہر سے زیادہ برا لگا تھا۔

"پھر وہ اور اسد ہر سنڈے کو چلے آتے تھے وہ جتنا اسد ہمدانی سے فری تھی اتنا ہی اس سے لاتعلق رہتی تھی۔ یوں جیسے وہ اسے جانتی تک نہ ہو۔ اور اس کی یہ بیگانی والی ادا وصی کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح کھولا جاتی تھی۔ اسی لیے اسد جتنا اس کے کھانوں کی تعریف کرتا وہ اتنا ہی ان میں نقص نکالتا تھا۔ اس کی ساری محنت پر پل بھر میں مٹی ڈال دیتا تھا۔ کبھی کبھی وہ غصے میں آ کر اسے خونخوار نظروں سے گھور کر رہ جاتی تھی بولتی کچھ نہیں تھی اور اس کا یوں گھورنا اور کبھی کبھی بے بسی سے دیکھنا اسے سکون دیتا تھا۔ اگر مجھے یوں نظرانداز کرنا چھوڑ دو تو نجی وصی میں بھی تمہیں یوں نہ ستاؤں۔ وہ سوچ کر رہ جاتا تھا۔

"وصی تم نجی کو اس طرح ہٹ کرنا چھوڑ دو۔" ٹی وی چینل کی سرچنگ کرتے اسد ہمدانی نے اس سے کہا۔

"کیوں تمہیں کیا تکلیف ہے۔"

"مجھے یہ تکلیف ہے یار کہ وہ مجھے اچھی لگنے لگی ہے۔"

"بکواس بند کرو اسد ہمدانی۔" وہ غرایا تھا اسد کی بات پر اس کا دل پہلو میں بے ترتیب سا ہوا تھا۔ "اس پر بری نظر مت ڈالنا۔"

"بری نظر کب ڈال رہا ہوں یار تمہیں یاد ہے وصی ہم پچھلے سنڈے کو ناشتے کے چکر میں ہسپتال سے سیدھے واؤ ڈپلیس چلے گئے تھے۔ دروازہ کھلا تھا میں ڈور بیل دیئے بغیر اندر چلا آیا تھا وہ واش روم سے نہا کر نکلی تھی۔ اس کے کھلے سلکی لمبے بال اس کی پشت پر پھیلے تھے۔ سچ مچ اس کے خوبصورت بالوں میں میرا دل اٹک سا گیا تھا اور تم نے اس بیچاری کو بری طرح جھڑک دیا تھا۔ چڑیل تک کہہ دیا تھا جبکہ اس کا حسن تو پریوں جیسا معصوم ہے۔"

"خدا کے لیے اسد ہمدانی چپ ہو جاؤ۔ مجھے غصہ مت دلاؤ۔"

’’تمہیں غصہ آ رہا ہے مجھ پر تمہاری کزن ہے اس لیے مگر یار میں بھی کیا کروں وہ ہے ہی اتنی اچھی پریوں جیسی نہیں ہے اس کی عادات اور سیرت بھی بے مثال ہے۔ اتنی نٹ کھٹ پڑھائی اتنی اچھی کوکنگ اور پھر جس طرح وہ خود کو مینٹین کر کر رکھتی ہے ناں ایسی لڑکی لندن تو کیا پاکستان میں بھی چراغ کیا ٹیوب لائٹ لے کر ڈھونڈو تو نہ ملے گی اسی لیے بہت جلد میں اسے پرپوز کرنے والا ہوں۔‘‘

اس نے شدید طیش میں آ کر اسد ہمدانی کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچ لیا تھا۔ ’’ذلیل انسان تم میری بیوی پر گندی نظر ڈالتے ہو جان سے مار ڈالوں گا میں تمہیں۔‘‘ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ سرخ انگارا ہو رہا تھا۔ ’’مجھے معلوم ہی نہیں تھا میں نے اپنی آستین میں سانپ پال رکھا ہے۔‘‘

’’وصی پلیز مذاق میں بھی مجھ سے ایسی بات مت کرو میں جانتا ہوں وہ تمہاری کزن ہے تم جل رہے ہو کیونکہ وہ تمہیں نہیں مجھے پسند کرتی ہے۔‘‘

’’وہ میری بیوی ہے۔‘‘

اس نے پوری قوت سے اسد ہمدانی کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارا پھر اسے سلگتی نظروں سے گھورتے انگلی اٹھا کر وارننگ دیتے ہوئے بولا۔

’’دور رہنا میری بیوی سے خبردار اگر تم مجھے اس کے آس پاس بھی نظر آئے۔‘‘

’’نہیں وصی تم جھوٹ بول رہے ہو اگر وہ تمہاری بیوی ہوتی تو تمہارے پاس تمہارے ساتھ......

’’وہ میری منکوحہ ہے۔ جاؤ بے شک داؤد عالم سے جا کر پوچھ لو وہ تمہیں داؤد نہیں بلکہ تمہیں وصی ہے۔‘‘ وہ دھڑ دھڑ بری طرح ایک ان دیکھی آگ میں جل رہا تھا۔ عجیب آگ تھی جو اس کے تن من کو جلائے جا رہی تھی۔ اس کی بیوی کو کوئی اور کیسے ایک اضطراب تھا جو اس کا سارا سکون غارت کر گیا تھا۔

اسد ہمدانی دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھا تھا۔ جبکہ اسے کمرے میں گھٹن محسوس ہو رہی تھی وہ کمرے سے باہر چلا آیا تھا۔

دوسرے دن اس نے سب سے پہلے اپنا روم چینج کروایا تھا' وہ اسد ہمدانی کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اتنے عرصے یہی سوچتا رہا کہ وہ نجی کو ایک بہن کی نظر سے ...... لعنت ہے میری سوچ میری زندگی پر' میری ہی بیوی کو کوئی میرے سامنے گندی نظروں سی دیکھتا رہا اور میں' مگر میں نے کب تمہیں اپنی بیوی سمجھا' کب تم میرے دل میں ......'' وہ حیرانی سے اپنے دل کو ٹٹول رہا تھا جو اسے واقعی دغا دے گیا تھا۔ ''تم نے بالکل اچھا نہیں کیا نجی وصی' میرا دل چرا کے۔'' اسے آج پہلی بار اندازہ ہوا کہ وہ کیوں اس کے نظر انداز کرنے پر سلگتا رہتا تھا۔

آج سنڈے تھا۔ نجی کچن میں کھڑی کچھ بنا رہی تھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج کے بجائے کچن میں چلا آیا تھا۔ کیا پکا رہی ہو۔''

''پسندے'' اس نے دیگچی کا ڈھکن بند کیا تھا پھر اپنے آنچل سے چہرہ صاف کرتے ہوئے بولی۔ ''وہ اسد ہمدانی پچھلے دو ہفتوں سے نہیں آ رہا۔ آج بھی نہیں آیا۔ وہ ٹھیک تو ہے؟''

''تمہیں کیا تکلیف ہے اگر وہ نہیں آ رہا تو۔'' وہ اس کے پوچھنے پر بری طرح سلگ کر بولا تھا۔

''مجھے اسٹڈی میں ان سے کچھ مدد لینی تھی۔''

''تمہیں جو مدد لینی ہے مجھ سے لے لو۔''

''نہیں مجھے اسد سے ہی ......''

''منہ توڑ دوں گا میں تمہارا اگر اس کا نام بھی لیا تو ......'' وہ غصے سے غرایا تھا۔ ''بھول جاؤ اسد ہمدانی کو اب کبھی وہ یہاں نہیں آئے گا۔'' وہ اسے بولتا ایڑیوں کے بل گھوم کر کچن سے باہر جانے کے لیے مڑا تھا مگر پھر داؤد عالم کو کچن کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر ٹھٹک کر رک گیا۔

''کیا بات ہے وصی اسد ہمدانی سے لڑائی ہو گئی ہے۔''

''جی ہاں۔''

''ایسی کیا بات ہوئی' جو تم دونوں کی لڑائی ہو گئی؟''

''وجہ یہ ضحیٰ ہے۔'' وہ اذیت سے لب کاٹ کر بولا تھا۔

''وجہ ضحیٰ ہے۔'' داؤد عالم کے ساتھ خود ضحیٰ بھی حیرانی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''وہ ضحیٰ کو پسند کرنے لگا ہے۔ پرپوز کرنا چاہ رہا ہے۔''

''وصی!'' داؤد عالم غصے سے چیخے تھے۔ ''یہ تمہاری بیوی ہے' شرم نہیں آتی تمہیں ایسی بات زبان سے نکالتے بھی۔''

''میں نے وہی کہا جو اس نے مجھ سے کہا۔'' وہ کہہ کر رکا نہیں تھا گھر سے باہر چلا آیا تھا' پھر کتنے ہی ہفتے اس نے اس گھر کا رخ نہیں کیا تھا مگر دل تھا جو ہمک ہمک کر اس لڑکی کے پاس جانے کی ضد کرنے لگا تھا۔ ''نہیں میں تم سے اتنی آسانی سے ہار نہیں مانوں گا ضحیٰ وصی اس نے دل کو بری طرح جھڑک دیا تھا۔ مگر بری طرح وہ اس وقت جل اٹھا جب وہ اسے اسد کے ساتھ اسپتال کے گراؤنڈ میں کھڑی باتیں کرتی نظر آئی۔ وہ قہر میں بھرا ان دونوں کے سر پر جا پہنچا تھا۔

''میں نے تم سے کہا تھا میری بیوی سے دور رہنا میری بات سمجھ میں نہیں آئی۔''

''میں تمہاری بیوی سے نہیں بلکہ تمہاری بیوی مجھ سے بات کر رہی ہے۔''

وہ غضب ناک ہو کر ضحیٰ کی طرف پلٹا تھا پھر اس کا بازو مٹھی میں جکڑ کر اسے کھینچتا اسپتال کے پارکنگ ایریا کی طرف بڑھا۔

''میرا بازو چھوڑیں وصی۔ میں کہہ رہی ہوں میرا بازو چھوڑیں۔'' اس نے بازو کو جھٹکا دے کر اس کی گرفت سے آزاد کروایا مگر اس نے دوبارہ پکڑ لیا۔ ''یہ کیا بے ہودگی ہے وصی' مجھے ان سے بات کرنی ہے۔''

''اور میں تم سے کہہ رہا ہوں اس سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''آپ کون ہوتے ہیں مجھ پر پابندی لگانے والے' کس حق سے منع کر رہے ہیں؟''

''تم ......تم میری منکوحہ ہو'اس حق سے۔''

''مت بھولیں آپ یہ رشتہ ٹھکرا چکے ہیں۔ پھر کس ناتے حق جتا رہے ہیں۔'' وہ جی جان سے جل اٹھی تھی۔

''ہاں ٹھکرایا تھا مگر توڑا تو نہیں' مت بھولو تم اب بھی میری بیوی ہو۔''

''بس کریں وصی' بہت ہو گیا' آپ کا جو دل کرتا ہے میرے ساتھ سلوک کرتے ہیں مگر اب آپ ہوش میں آ جائیں کیونکہ اب نہ تو میں آپ کے باپ کے گھر میں رہتی ہوں' نہ ان کا کھاتی ہوں نہ آپ کی ماں کی گود آپ سے شیئر کرتی ہوں بلکہ اپنے باپ کے گھر میں رہتی ہوں۔ ان کا کھاتی ہوں' مجھے پہلے کی طرح کمزور مت سمجھیں وصی۔'' وہ غصے سے چلائی تھی۔

وہ حیرانی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے منجی کو دیکھنے لگا تھا آج پہلی بار وہ اس پر یوں چلائی تھی۔

''آپ اس خوش فہمی میں تو نہیں کہ میں ڈاکٹری اس لئے پڑھ رہی ہوں کہ آپ مجھے ڈائیورس نہ دیں تو آپ بہت بڑی خوش فہمی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اگر میں ڈاکٹری پڑھ رہی ہوں تو صرف سفیان بھیا کے کہنے پر کیونکہ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ڈاکٹری پڑھ کر آپ پر یہ ثابت کروں کہ میں کند ذہن نہیں تھی آپ مجھے ڈائیورس دینا چاہتے تھے شوق سے دے دیں۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر آئندہ مجھ پر حکم مت چلایئے گا انڈر اسٹینڈ۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی تھی۔

''تو تم اسد ہمدانی سے ملنا نہیں چھوڑو گی۔'' وہ غرایا تھا۔

''اگر آپ حکم دیں گے تو ہرگز نہیں۔''

”مگر تم اس سے ملیں منحیٰ تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“ وہ بری طرح پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولا۔

”دھمکی کسے دے رہے ہیں وصی احمر زریاب صاحب! یہ لندن ہے پاکستان نہیں اگر میں پولیس اسٹیشن جا کر آپ کے خلاف رپورٹ درج کراؤں تو آپ کو جیل ہو سکتی ہے۔“

زہر میں بجھے ہوئے نوکیلے تیر کس قدر ٹھنڈے اور پرسکون انداز میں وہ اس کے دل میں اتار گئی تھی کہ چند پل کو تو وہ بت بنا کھڑا رہ گیا تھا۔ پھر گہرا سانس کھینچ کر بولا۔ ”تم بہت بدل گئی ہو منحیٰ‘ بہت زیادہ مگر تم کتنا بھی بدل جاؤ‘ تم میری منکوحہ ہو اور میں تمہیں کسی اور کا ہونے نہیں دوں گا۔ مرتی مرجاؤ گی مگر منحیٰ وصی ہی رہو گی‘ سنا تم نے۔“ وہ غصے سے مٹھیاں بھینچتا اس سے بولا پھر اسپتال کے اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جبکہ وہ پاؤں پٹختی پارکنگ ایریا میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

آج منحیٰ کا برتھ ڈے تھا وہ دل سے لڑتے لڑتے تھک گیا تو اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پہلے بازار جا کر اس کے لیے گفٹ اور کیک خریدا پھر داؤد پیلس چلا آیا تھا۔ اس کا پہلا ٹکراؤ داؤد پھوپھا سے ٹی وی لاؤنج میں ہی ہوا۔

”آج چار ماہ بعد ادھر کا راستہ کس طرح بھول گئے وصی؟“ وہ اسے دیکھتے ہی بولے تھے۔

”وہ آج منحیٰ کا برتھ ڈے ہے میں اسے وش کرنے آیا ہوں اور یہ کیک۔“ اس نے ڈبہ ٹیبل پر رکھ دیا۔

”منحیٰ۔“ داؤد عالم کی تیسری آواز پر وہ چلی آئی تھی مگر اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔ ”منحیٰ جاؤ کچن سے جا کر چھری لے آؤ اور آ کر کیک کاٹو۔“

”مگر ڈیڈی میں سالگرہ نہیں......“

”میں جو کہہ رہا ہوں منحیٰ وہ کرو۔“ وہ سخت لہجے میں بولے تھے۔ وہ گردن جھکا کر کچن سے چھری پلیٹ لے آئی تھی۔ پھر کیک کاٹ کر اس نے داؤد عالم کو کھلایا اور ایک پیس پلیٹ میں رکھ کر اس کی طرف بڑھایا تھا۔ کیک کو تھامتے ہوئے وہ یکدم بولا تھا۔

''پھوپھا! میں منجی کو تھوڑی دیر کے لئے بازار لے جاؤں! دراصل میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میں اس کے لیے کیا گفٹ لوں۔''

''وصی! مجھ سے زیادہ اس پر تمہارا حق ہے۔ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو' لے جاؤ۔''

وہ ڈیڈی کی بات پر بری طرح جز بز سی ہوئی تھی' جلدی سے بولی۔ ''ڈیڈی! مجھے امتحان کی تیاری کرنی ہے۔''

''ایک دو گھنٹے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ وصی کے ساتھ تھوڑا گھوم پھر لوگی تو تمہارا ذہن فریش ہو جائے گا۔''

''ڈیڈی میں جانا نہیں ......''

''منجی۔'' داؤد عالم جھڑک کر بولے۔ ''میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ وصی کے ساتھ جاؤ۔''

''چلیں۔'' خفت سے اس کا چہرہ سرخ ہوا۔ دوپٹے کو درست کرتی' خونخوار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔

''تھینکس پھوپھا۔'' وہ جلدی سے اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگا تھا۔ وہ اس کو بازار لے جانے کے بجائے لندن کے ایک بہترین ہوٹل میں لے آیا تھا۔

''آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟'' اس کا ماتھا شکن آلود ہوا تھا۔

''بیٹھ جاؤ منجی' مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے۔'' وہ خفا خفا سی ٹیبل پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی تھی۔

وصی اس کے گلابی ہاتھوں پر اپنے مضبوط ہاتھ رکھ کر دھیرے سے بولا تھا۔ ''منجی! میں تم سے اپنے پچھلے تمام ناروا سلوک کی سوری کرتا ہوں پلیز مجھے معاف کر دو۔''

''پلیز' مجھے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی۔'' اس نے گھبرا کر ہاتھ کھینچے تھے مگر اس نے گرفت مضبوط کر لی۔ اس کی گھبراہٹ پر وصی کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے جیب سے خوبصورت ڈائمنڈ رنگ نکالی پھر اس کی انگلی میں ڈالتے ہوئے بولا۔ ''یہ تمہاری سالگرہ کا گفٹ اور ایک اعتراف جو مجھے تم سے کرنا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کب مجھے تم سے محبت ہوئی

مگراب سچ یہی ہے کہ تم میری آرزو میرے دل کا قرار بن گئی ہو۔میں بہت جلد امی سے بات کروں گا' تمہاری رخصتی کی۔"

وہ ہکا بکا سی اسے دیکھ رہی تھی۔اس کی باتوں نے اسے جھنکا دیا تھا۔پہلے اس نے اس کے ہاتھوں کے نیچے سے اپنے ہاتھ کھینچے پھر جو ہنسنے لگی تو ہنستی چلی گئی۔اس کی ہنسی سے آس پاس بیٹھے لوگ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔

وہ بری طرح پریشان ہو کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔"منحیٰ' تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم رو رہی ہو یا ہنس رہی ہو۔"

"میری خود سمجھ میں نہیں آرہا وصی کہ میں روؤں یا ہنسوں' آپ کس بات سے ڈر کر مجھ سے یہ سب کہہ رہے ہیں' اسد ہمدانی سے جل گئے ہیں کیونکہ وہ آپ کی طرح ہی خوبصورت' ہینڈسم اور ایک قابل ڈاکٹر ہے اور مجھے پرپوز کرنا چاہتا ہے۔"

"جسٹ شٹ اپ منحیٰ' میرا اور اس کا کیا مقابلہ' وہ تمہیں پرپوز بھی کردے تب بھی تم منحیٰ اسد تو نہیں بن سکتیں۔" وہ ناگوار لہجے میں بولا۔

"کیوں نہیں بن سکتی اگر میں چاہوں تو۔"

"بکواس بند کرو منحیٰ۔" اس کا خون کھول اٹھا تھا۔"مت بھولا کرو کہ تم میری منکوحہ ہو۔"

"اس نکاح کی بات کر رہے ہیں جس نکاح کو آپ خود نہیں مانتے تھے۔اس ملک کا قانون بھی شاید اس نکاح کو تسلیم نہ کرے۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنس رہی تھی۔

"منحیٰ' تم' تم اسد کو پسند کرنے لگی ہو؟"

"وہ مجھے اچھے لگتے ہیں' کتنے قابل اور ہینڈسم ہیں پھر بھی مغرور نہیں۔"

"نہ وہ مجھ سے زیادہ ہینڈسم ہے نہ ہی قابل۔"

"اپنے بارے میں آپ کو بہت بڑی خوش فہمی ہے۔ وہ آپ سے کسی طرح بھی کم نہیں۔" وہ اس کو دیکھتے طنزیہ انداز میں مسکرائے جا رہی تھی۔ اس کی کڑوی تلخ باتیں اس کے پہلو میں چھری کی طرح زخم ڈال رہی تھیں۔ سینے میں اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگا تھا۔ وہ اسے یہاں لے کر آیا تھا اپنی محبت کا یقین دلانے اور وہ الٹا اس کی محبت کا مذاق اڑا رہی تھی۔ وہ بری طرح سلگ کر رہ گیا تھا۔ رگوں میں طوفان سا برپا ہونے لگا تو وہ کرسی سے اٹھا تھا پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوٹل سے باہر چلا گیا تھا وہ بھاگ کر اس کے پیچھے ہی چلی آئی تھی۔ وہ لب بھینچے کتنی ہی دیر گاڑی کو ادھر اُدھر دوڑاتا رہا پھر بالآخر تھک کر گاڑی ڈاؤ ڈیلس کے آگے روک دی۔ وہ اترنے لگی تھی جب وہ پتھریلے اور کھردرے لہجے میں بولا۔

"اپنی پلکوں پر میرے علاوہ کسی اور کے خواب مت سجانا منجی ورنہ یہ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔"

"اور آپ مجھ پر حکم چلانا اور اپنی مرضی مسلط کرنا بند کر دیں وصی کیونکہ اب میں آپ سے نہیں ڈرتی' وہ منجی اسی دن مر گئی تھی جب آپ نے اسے اپنے قدموں کی دھول بنا دیا تھا۔"

"یہاں آ کر بہت گھمنڈی نہیں آ یا تم میں بلکہ تم بہت خود سر بھی ہو گئی ہو۔"

"ہاں ہو گئی ہوں کیونکہ اب آپ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ہاں کہہ رہی ہوں' مجھے اسد ہمدانی پسند ہے کیا بگاڑ لیں گے آپ میرا؟"

وہ سرتا پا سلگ گیا تھا اسی لیے سرد لہجے میں بولا۔ "بگاڑنے پر آیا تو بہت کچھ بگاڑ دوں گا میرے غصے کو ہوا مت دو منجی میں آخری بار کہہ رہا ہوں سنبھل جاؤ۔"

"مثلاً کیا بگاڑ سکتے ہیں اب آپ میرا؟" وہ ایک بار پھر استہزائیہ ہنسی ہنسی تھی۔ اور وہ دہک گیا تھا۔ اسے کاندھوں سے تھام کر اپنی آغوش میں کھینچ لیا پھر اس پر اتنا جھکا تھا کہ اس کا پرتپش تنفس منجی کو بھاپ کی طرح چہرے پر لگنے لگا تھا۔

"تم میری بیوی ہو اگر مجھے غصہ دلاؤ گی تو میں اپنا حق کسی بھی وقت استعمال کر گزروں گا پھر میں دیکھوں گا جس پھول میں خوشبو ہی نہ رہے اسے اسد ہمدانی کس طرح اپنے کالر میں سجانے کی بات کرتا ہے۔"

وہ دھک سے رہ گئی تھی۔ ہاتھ پاؤں سے جیسے جان نکل گئی تھی۔ سارا وجود برف کی طرح سرد ہو گیا تھا۔ اس میں اتنی ہمت ہی نہ رہی تھی کہ خود اس کی دہکتی آغوش سے دور ہٹ جاتی۔ وصی نے ہی اسے خود سے الگ کیا۔ اسے اپنی بے بسی اور اس کی خودسری پر ٹوٹ کر رونا آیا تھا۔ وہ چہرے پر ہاتھ رکھے روتے ہوئے بولی۔

”وصی! جب آپ نے مجھے طلاق کی دھمکی دی تھی آپ اس وقت میری نظروں سے گر گئے تھے‘ آج دوسری بار میری نظروں سے گر گئے ہیں‘ ایسی بات کہہ کر ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ مجھ سے کہہ رہے تھے آپ مجھ سے پیار کرنے لگے ہیں‘ آپ صرف خود سے پیار کرتے ہیں وصی‘ جس دن اپنے علاوہ کسی دوسرے سے پیار کریں گے نا وصی اس دن یہ ضد اور خودسری بھول جائیں گے۔“ وہ گاڑی سے اتری پھر بھاگتی گھر کے اندر چلی گئی۔

اس نے شدید غصے سے اسٹیئرنگ پر مکا مارا تھا اس کے آنسو اسے شرمندگی سے دوچار کر گئے تھے۔ ”میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں منحیٰ کہ میں واقعی تم سے پیار کرنے لگا ہوں‘ اس نے بے بسی سے سر اسٹیئرنگ پر رکھ دیا تھا۔ پھر وہ کتنے ہی دن بے کل اور بے قرار رہا اور جب دل کی بے قراری حد سے بڑھی تو پاکستان گھر چلا آیا تھا۔

❀❀❀

”وصی تم ٹھیک تو ہو نا‘ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟“ رابعہ بھابی اسے دیکھ کر حیرانی سے بولی تھیں‘ بڑھی شیو‘ بکھرے بال‘ ملگجا لباس وہ تو بہت نفاست پسند تھا۔

”بھابی! میں اس سے بہت پیار کرنے لگا ہوں‘ اور وہ ہے کہ میرا یقین ہی نہیں کر رہی میرے دل میں شدید درد ہونے لگا ہے اس کے رویے سے۔“

”وصی کون یقین نہیں کر رہی کس سے پیار کرنے لگے ہو؟“ رابعہ بری طرح پریشان ہو گئی تھیں۔

”منحیٰ سے وہ میری ہے مگر وہ سپنے کسی اور کے دیکھنے لگی ہے۔“

”پاگل ہو گئے ہو وصی‘ کیا کہہ رہے ہو منحیٰ ایسا کبھی نہیں کرے گی۔“

''وہ ایسا ہی کر رہی ہے میرے منع کرنے کے باوجود۔ میں جان سے ماردوں گا اسے' تہس نہس کردوں گا اس کی اور اپنی زندگی کو پھر چاہے جو ہو مجھے پرواہ نہیں۔''

''وصی تم جنونی ہو شدت پسند' تم نے پہلے ہی تخی پر اپنی مرضی مسلط کی' اسے ڈاکٹر بننے پر مجبور کیا۔ آج مجھے بتاؤ تم نے ایسا کیوں کیا؟''

''یہ امرو والا جو بنگلہ ہے جس میں آج کل ابصار چاچو رہتے ہیں اس میں کبھی ڈاکٹر عبدالصمد رہتے تھے۔''

''ہاں جن کا بیٹا نومی تمہارا دوست تھا۔''

''آپ کو یاد ہے بھابی۔''

''ہاں کیونکہ میں جب بھی چھٹیوں میں رہنے آتی تمہیں نومی کے ساتھ ہی کھیلتے دیکھتی تھی۔ بقول تمہارے وہ ذہین تھا' ہمارے گھر کے سارے بچوں سے زیادہ۔''

''ڈاکٹر عبدالصمد کو دیکھ کر ہی مجھے ڈاکٹر بننے کا شوق ہوا تھا۔ کیونکہ اکثر اوقات میرے سامنے لوگ ڈاکٹر صاحب کو بلانے آتے' اگر کبھی وہ جانے سے انکار کرتے تو لوگ ہاتھ پاؤں جوڑنے لگتے تھے۔ مجھے بہت اچھا لگتا تھا' میرے ابو اتنے بڑے بزنس مین تھے مگر کوئی ہمارے گھر کا رخ نہیں کرتا تھا' مجھے لگتا تھا ڈاکٹر ہونا بہت فخر کی بات ہے۔ مگر ایک چیز مجھے بہت بری لگتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کی بیوی ڈاکٹر صاحب سے اکثر لڑتی جھگڑتی ہی ملتی۔ پھر ایک دن نومی کی امی' نومی کو چھوڑ کر چلی گئیں۔ نومی اپنی ماں کو یاد کرکے روتا رہتا۔ پھر ایک دن ڈاکٹر صاحب نومی کے لیے نئی ممی لے آئے۔ وہ نئی ممی ڈاکٹر صاحب سے تو نہیں لڑتی تھیں مگر نومی کو کبھی جھڑکتی کبھی بری طرح مارتی تھیں' پھر ایک دن ڈاکٹر صاحب نے نومی کو ہوسٹل بھجوا دیا میں کئی دن تک پریشان رہا۔ پھر جب دادا جان بیمار ہوئے اور ڈاکٹر صاحب اکثر ہمارے گھر آنے لگے تو ایک دن میں نے ان سے پوچھا تھا۔ ان کی پہلی بیوی کیوں ان سے جھگڑا کرتی تھی اور یہ نئی عورت کیوں ان سے نہیں لڑتی تو وہ بولے ان کی پہلی بیوی ڈاکٹر نہیں تھی' اس لیے ان کے پیشے کی اہمیت کو سمجھتی نہیں تھی اسے یہ شکوہ رہتا کہ وہ ان کو وقت نہیں دے سکتے اور چونکہ دوسری بیوی خود بھی ڈاکٹر ہے اس لیے ان سے جھگڑا نہیں کرتی لیکن چونکہ وہ نومی کی سگی ماں نہیں تھی اسی لیے نومی کے وجود کو برداشت نہ کر سکی اور انہیں مجبوری میں نومی کو ہوسٹل داخل کروانا پڑا۔ میں' میں چھوٹا تھا' بس میرے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی

کہ اگر میں ڈاکٹر بنا تو میری بیوی کو بھی ڈاکٹر ہی ہونا چاہیے۔"

رابعہ جو اسے حیرانی سے دیکھ اور غور سے سن رہی تھیں اسے ٹوکتے ہوئے بولیں۔ "پھر تو ہر انجینئر کی بیوی کو انجینئر اور سائنس دان کی بیوی کو سائنس دان ہونا چاہیے۔"

"میں نے کہا نا بھابی میں بچہ تھا بس ہوگئی غلطی۔"

"مگر وصی تم نے منحیٰ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔"

"اب وہ میرے ساتھ برا سلوک کر رہی ہے کسی اور کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔"

"میں نہیں مانتی وصی منحیٰ کبھی ایسا نہیں کر سکتی۔"

"وہ مجھ سے اپنے رد کیے جانے کا بدلہ لے رہی ہے۔" وہ تھکے تھکے لہجے میں بولا۔

"نہیں وصی ایک اچھی بیوی کبھی بھی اپنے شوہر سے بدلہ نہیں لیتی۔ وہ تو بس اپنے شوہر سے پیار کرتی ہے زندگی کی آخری سانس تک۔"

"وہ اچھی بیوی نہیں ہے رابعہ بھابھی۔"

"یہ میرا دعویٰ ہے کہ وہ تمہارے لئے ایک اچھی بیوی ثابت ہوگی۔"

وہ حیرت سے منہ کھولے رابعہ بھابھی کو دیکھتا رہا پھر سر جھٹک کر بولا۔ "کاش آپ کا دعویٰ سچ ہو جائے مگر مجھے لگتا ہے مجھے امی کی بددعا لگ گئی ہے۔ انہوں نے کہا تھا نا میں ایک دن اپنے فیصلے پر پچھتاؤں گا اور میں پچھتا رہا ہوں کاش میں نے اسے ڈاکٹر بنانے کی ضد نہ کی ہوتی۔"

"وصی! ماں کبھی دل سے بددعا نہیں دیتی بڑی امی تو آج بھی تمہارے اور منحیٰ کے لیے دعائیں کرتی ہیں۔ تم دیکھنا ان کی دعائیں ضرور قبول ہوں گی۔ اور تم دونوں ایک خوشگوار ازدواجی زندگی

گزارو گے۔

❁❁❁

اسے لندن واپس آئے ایک ماہ ہوا تھا جب منحیٰ کا M.B.B.S کا رزلٹ آیا تھا۔ وہ اسے وش کرنے آیا تھا مگر پورچ میں کھڑی اسد ہمدانی کی گاڑی کو دیکھ کر وہ بری طرح جل بھن اٹھا تھا۔ دل تو چاہ رہا تھا گاڑی پوری قوت سے مین گیٹ سے ٹکرا دے۔ وہ اعصاب کو کنٹرول کرتا غصے سے بھرا گاڑی سے اتر کر اندر چلا آیا مگر ٹی وی لاؤنج خالی پڑا تھا۔ منحیٰ کے کمرے سے ان دونوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ تو اسد ہمدانی اس کے کمرے میں ہے اذیت ناک سوچ نے دماغ میں گھس کر ہلچل مچا دی۔ سارے وجود میں شرارے سے بھر گئے تھے۔ وہ خاموشی سے قدم اٹھاتا اس کے کمرے کے دروازے پر آ کھڑا ہوا تھا۔ منحیٰ کھڑکی کے پاس کھڑی لان کے پودوں کو دیکھ رہی تھی جبکہ اسد ہمدانی اس کے بیڈ کے پاس کھڑا تھا۔

”پلیز اسد آپ یہاں سے چلے جائیں اگر وصی نے آپ کو یہاں دیکھ لیا تو انہیں بہت غصہ آئے گا' وہ آج ضرور آئیں گے۔“

”میں تمہیں وش کرنے اور یہ گفٹ دینے آیا تھا منحیٰ۔“

”مجھے نہیں چاہیے آپ کا گفٹ اور نہ آپ کی وش' میں نے آپ کو پہلے ہی قدم پر بتا دیا تھا میں وصی سے بے حد پیار کرتی ہوں پھر کیوں چلے آتے ہیں بار بار میری راہ میں۔“

”تم بہت اچھی لڑکی ہو منحیٰ مگر میں نہیں چاہتا تم ساری زندگی آنسو بہاؤ میں تم سے کہہ رہا ہوں تم اپنی راہ بدل لو۔“

”میں اپنی راہ بدلنے کا سوچوں بھی نا اسد ہمدانی تو میری دھڑکنیں ٹوٹنے لگتی ہیں' سانسیں بند ہوتی محسوس ہوتی ہیں' میں کیسے بتاؤں آپ کو وہ شخص میرے دل ہی نہیں میری روح پر قابض ہے۔ وہ مجھ سے اپنا نام الگ نہ کریں اسی لیے میں نے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی ورنہ میرا رتی بھر رجحان نہیں تھا ڈاکٹر بننے کا۔“

وہ دروازے میں کھڑا پتھر کا بت بن گیا تھا۔ وجود میں دوڑتے وہ شرارے خود بخود سرد پڑ گئے۔ دل میں ٹھنڈی ٹھنڈی پھوار سی برسنے لگی تھی۔ کتنا خوبصورت احساس تھا کہ وہ بھی اس سے پیار

کرتی ہے۔

”پلیز اسد ہمدانی آپ یہاں سے جائیں، میں آج کے دن انہیں خفا کرنا نہیں چاہتی۔“ اس کی آنسوؤں میں ڈوبی آواز ابھری تھی۔

اور اس سے پہلے کہ اسد ہمدانی مڑتا وہ خود تیزی سے پلٹ کر گھر سے باہر چلا آیا تھا اور جیسے ہی گاڑی کا ڈور کھول کر اندر بیٹھنے لگا اسی وقت داؤد عالم کی گاڑی اس کے قریب آ کر رکی تھی۔

”وصی تم۔“ داؤد عالم ہمیشہ کی طرح اسے دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔ ”منحیٰ کو وش کرنے آئے ہو آؤ اندر چلو۔“ وہ اسے لئے ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوئے اور اندر سے باہر آتا اسد ہمدانی ان دونوں کو دیکھ کر گھبرا سا گیا تھا۔

”ڈیڈی! وہ اسد ہمدانی مجھے وش کرنے آئے تھے۔“ منحیٰ اس سے نظریں چرا کر داؤد عالم سے بولی۔

”اچھا منحیٰ میں چلوں گا۔ بیسٹ آف لک۔“ اس نے جانے کے لئے قدم بڑھائے جب وہ بولا۔

”منحیٰ کو وش کرنے آئے تھے تو اسی خوشی میں منحیٰ کے ہاتھ کا کھانا کھا کر جانا آج اپنے رزلٹ کی خوشی میں منحیٰ نے عمدہ کھانا بنایا ہوگا کیوں منحیٰ؟“

”آپ لوگ بیٹھیں میں کھانا لگاتی ہوں۔“ وہ کچن کی طرف بھاگ گئی تھی اور کھانا واقعی ہمیشہ کی طرح ذائقہ دار تھا۔ اسد کھانا کھاتے ہی اٹھ کر چلا گیا تھا۔ جبکہ داؤد عالم بھی اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔ وہ گفٹ اٹھا کر برتن دھوتی منحیٰ کے پاس کچن میں آ کھڑا ہوا تھا۔ ”چاہتا تو یہی تھا کہ تمہیں وش کرنے کسی ہوٹل لے کر جاؤں مگر پچھلی دفعہ کا تجربہ بہت خراب رہا اس لئے یہاں ہی بیسٹ آف لک۔“ اس نے گفٹ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ ”ویسے اسد ہمدانی نے کیا گفٹ دیا تمہیں؟“

اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا پھر رخ موڑ کر بولی۔ ”اپنا دل۔“ اگر تھوڑی دیر پہلے اس نے اس کی باتیں نہ سنی ہوتیں تو اس کی بات پر غصے سے پھٹ پڑتا مگر اب اس کے جھوٹ پر اس کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔ منحیٰ برتن چھوڑ کر اسے پاگلوں کی طرح ہنستا دیکھ رہی تھی۔ اس نے پلکوں پر آئے پانی کو انگلی کے پوروں سے صاف کیا تو اس دن منحیٰ اسے جھوٹا سمجھ کر ہنس رہی تھی۔

''تم اس کا چاہے سب کچھ لے لو منی مگر دلہن تم صرف میری بنو گی۔''

''مجھ سے مذاق مت کریں وصی۔''

''مذاق کون کافر کر رہا ہے۔ سچ کہہ رہا ہوں۔'' وہ شرارت سے مسکرایا تھا۔

''آپ نے مجھے دھتکارا ہے اور ٹھوکر کر چلا گیا آپ کی سرشت میں شامل نہیں پھر کیوں مجھے اپنی پلکوں پر نئے خواب سجانے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں آپ ایسا صرف اسد ہمدانی کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ آپ سے یہ برداشت نہیں ہو رہا کہ آپ جیسے ایک قابل انسان نے مجھے پر پوز کرنا چاہا ہے' یہی بات آپ کو کھٹک اور چبھ رہی ہے اور آپ مجھ سے فلرٹ کر رہے ہیں تا کہ میں اسد ہمدانی کو چھوڑ دوں۔ مگر میں کبھی آپ کی باتوں پر یقین نہیں کروں گی کبھی آپ کے خواب اپنی پلکوں پر نہیں سجاؤں گی کیونکہ جب یہ خواب ٹوٹتے ہیں نا وصی تو روح میں کرچیاں سی چبھ جاتی ہیں۔'' اس کا لہجہ بھیگنا شروع ہو گیا تھا پلکوں پر آنسو چمکنے لگے تھے وہ یکدم مڑی اور بھاگتی اپنے کمرے میں جا کر بند ہو گئی تھی۔

''آج کے بعد میں تم کو کبھی یقین دلانے کی کوشش بھی نہیں کروں گا۔ اب کبھی اپنے جذبوں کو بے وقعت وار زاں نہیں کروں گا' اب جب تم دلہن بن کر میرے پاس آؤ گی تو تمہاری روح میں چبھی وہ ساری کرچیاں تمہیں اپنی بے تحاشا محبت میں بھگو کر نکال دوں گا جو میری وجہ سے تمہاری روح میں لگی ہیں۔''

❀❀❀

اسے اندازہ ہی نہیں تھا وہ اس سے اتنی بدگمان ہے۔ وہ اپنا F.R.C.S مکمل کر کے پاکستان آ بھی گیا تھا اسے واپس آئے تقریباً ایک سال ہونے والا تھا۔

''امی! پلیز اب کیوں آپ مجھ پر خفا ہو رہی ہیں میں نے تو دس بار کہا ہے آپ جا کر منی کو لے آئیں۔''

''یہ سب تیری وجہ سے ہوا ہے' وہ رخصتی کے لیے نہیں مان رہی بلکہ اس نے M.C.P.S میں داخلہ لے لیا ہے اور داؤد بھائی نے کہا ہے اب رخصتی اس کی تعلیم مکمل کرنے پر ہو سکے گی۔''

"کیا؟" اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں تھیں۔ پھر اس نے دل کو بہلانے کی بہت کوشش بھی کی تھی مگر وہ تھا جو بہل ہی نہیں رہا تھا۔ اس نے امریکہ جا کر ہارٹ سرجری میں مہارت حاصل کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

پھر وہ امریکہ سے ہارٹ سرجری کی تعلیم حاصل کر کے آ بھی گیا اس کا اسپتال بھی مکمل ہو گیا۔ سات سال اس نے ضد لگائے رکھی رخصتی کو ٹالتی رہی۔ ان سات سال میں وہ چار بار اس سے مل پایا تھا۔ ایک بار وہ سفیان کی شادی پر پاکستان آئی۔ دوبارہ وہ امریکہ سے لندن دل کے بہت ستانے پر گیا اور ایک سال پہلے اسد ہمدانی کی شادی پر۔

❀❀❀

"سر! آپ کی مسز کو ہوش آ گیا ہے' آپ کی بھابھی آپ کو بلا رہی ہیں۔" نرس کی آواز اسے ماضی کی سوچوں کی بھول بھلیوں سے حقیقی دنیا میں لے آئی تھی۔ اس کے ہوش میں آنے کی خبر سے جہاں دل خوشی و مسرت سے بھر گیا تھا وہیں ذہن بری طرح پریشان ہوا تھا۔ اب ہوش میں آنے کے بعد نہ جانے وہ سب کو کیا بتائے گی۔ اسے محسوس ہونے لگا جیسے منزل قریب آ کر یکدم اس سے بہت دور چلی گئی ہے۔

سفیان اندر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ پھر رابعہ بھابی سے بولا۔ "کیا بتایا اس نے' کیا دباؤ ہے اس کے ذہن پر۔"

"نہیں کچھ نہیں بول رہی' بس ٹکر ٹکر مجھے دیکھے جا رہی ہے۔"

"چلو گڑیا اب جلدی سے اپنے سفیان بھیا کو بتا دو کیا پریشانی ہے تمہیں' تمہارا بھیا یوں چٹکیوں میں تمہاری پریشانی دور کر دے گا۔" سفیان نے بہت پیار سے اس کا گال تھپتھپایا تھا۔

"بھیا! مجھے یہ شادی نہیں کرنی' آپ مجھے لندن واپس بھجوا دیں۔"

"واٹ" سفیان کو جھٹکا سا لگا۔ "منحی تم لندن واپس کیسے جا سکتی ہو' دادو نے وہ گھر اور لندن میں موجود اپنی تمام پراپرٹی طلحہ کے نام کر دی ہے اور تم اچھی طرح جانتی ہو طلحہ تم سے شدید

نفرت کرتا ہے' بقول اس کے تم نے اس سے اس کا باپ چھین لیا ہے جب تک تم لندن میں رہیں وہ سڈنی میں اپنی خالہ کے پاس رہا۔ اور ویسے بھی داؤد پھوپھا نے یہاں ابو کے ساتھ مل کر اپنا بزنس شروع کر دیا ہے' ہمارے گھر کے سامنے والا گھر بھی خرید لیا ہے۔ داؤد پھوپھا یہیں رہیں گے پاکستان میں' پھر تم لندن جانے کی بات کیوں کر رہی ہو؟''

''میں کچھ بھی نہیں جانتی' میں لندن واپس جاؤں گی میں ہوسٹل میں رہ لوں گی۔''

''نہیں منحیٰ ایسا نہیں ہو سکتا وصی تم سے بہت پیار کرتا ہے اس نے تمہارا بہت انتظار کیا ہے۔''

''وہ...... وہ مجھ سے پیار نہیں کرتے بھیا۔'' وہ بری طرح رونے لگی تھی۔

''وہ تم سے جنون کی حد تک پیار کرتا ہے منحیٰ' شاید اس نے تم پر اپنے جذبات واحساسات نہیں کھولے' تم سے اپنے پیار کا اظہار نہیں کیا۔ تم اس کی طرف سے خوف زدہ ہو تو چلو آج میں تمہیں اس کی محبت کا ثبوت دیتا ہوں۔''

''رابعہ بھابی منحیٰ کی فائل دینا۔''

رابعہ بھابی نے فائل اس کے ہاتھ میں دی اور فائل پر نمایاں حروف سے لکھا ''منحیٰ وصی میڈیکل سینٹر۔'' اسے بری طرح چونکا گیا تھا۔

''حیران ہو رہی ہو نا یہ وصی کا اسپتال ہے مگر نام تمہارا ہے۔ میں بھی حیران رہ گیا تھا' جانتی ہو منحیٰ اس اسپتال کے کنسٹرکشن کا سارا کام میں نے کیا ہے' میں کرنا نہیں چاہتا تھا تم نے M.C.P.S میں ایڈمیشن لیا' رخصتی آگے بڑھ گئی اس نے غصے میں امریکہ سے ہارٹ سرجری میں مہارت کا پروگرام بنا لیا۔ ان ہی دنوں اس کی تعمیر کا کام چل رہا تھا۔ میں انجینئر ہوں میرا کام ہی کنسٹرکشن کا ہے۔ اس نے مجھے اس کی تعمیر کا کام سونپا میں نے انکار کر دیا۔ وہ غصے میں فائل میرے کمرے میں پھینک گیا تھا۔ اور اس اسپتال کا نام مجھے چونکا گیا۔ اس اسپتال میں اس نے تمہارے لئے گائنا کولوجسٹ سینٹر بھی تعمیر کروا رکھا ہے جو آج تک بند پڑا ہے۔ میں نے اسے کتنی دفعہ کہا کہ وہ کوئی لیڈی ڈاکٹر رکھ لے مگر اس نے مجھے کہا کہ وہ چیز تمہاری ہے وہ کسی اور کو کیسے

دے دے۔ایک اور مزے کی بات بتاؤں' تمہیں منجی بلکہ آؤ تمہیں دکھاؤں شاید تمہیں اس کی جنونی محبت پر یقین آ جائے۔'' وہ اسے لئے ایک چھوٹے سے فلیٹ نما گھر میں داخل ہوئے تھے جو پوری طرح سے ڈیکوریٹ تھا۔وہ تو ہونق سی بیڈروم میں لگی اپنی تصاویر دیکھ رہی تھی۔کہیں روتے' کہیں ہنستے اس کی ذات کے کتنے رنگ بکھرے تھے وال پر اور بیڈ کے پیچھے لگی وہ نارج تصویر۔

''سفیان بھائی یہ یہ فلیٹ......''

''وصی نے ایسا ہی سیم فلیٹ گھر میں بھی تمہارے لیے مجھ سے بنوایا ہے۔بقول اس کے ڈاکٹرز کام کرتے کرتے بعض اوقات بہت زیادہ تھک جاتے ہیں گھر جیسا آرام چاہتے ہیں اس لیے تم اسپتال میں ہو یا گھر میں تمہیں پتا ہی نہ چلے۔اس کی منطق پر مجھے اس پر پیار آ گیا تھا اس لئے اس دن میں نے اپنی ساری ناراضگی اور خفگی اس سے ختم کر دی تھی۔اب یقین آیا یا کچھ اور ثبوت دوں اس کی محبت کے۔وہ بہت انا پرست اور بجرم باز ہے اپنے جذبات و احساسات کو پرت در پرت لپیٹ کر رکھنے والا تم پر بھی کھلے گا مگر شادی کے بعد۔''

وہ حیرت کے سمندر میں گنگ ٹکٹکی باندھے سفیان اور رابعہ کو دیکھے جا رہی تھی۔

رابعہ سفیان کی بات پر گڑبڑائی تھی۔تم جانتے ہو وصی سے بعض اوقات اپنا غصہ کنٹرول نہیں ہوتا یہی اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔اور وہ غصے میں کبھی اسے سچ مچ ڈائیورس نہ دے دے۔''

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے گڑیا تمہاری شادی اس سے اسی دن ہو گی بس تم یہ دو دن اس سے کہتی رہو تم اسے کسی بھی قیمت پر معاف نہیں کرو گی اور ولیمہ کے بعد لندن واپس چلی جاؤ گی۔''

''اور اگر وہ ناراض ہو گئے تو......؟''

''کچھ نہیں ہو گا گڑیا ڈرو مت وہ تم سے جنونی محبت کرتا ہے تم سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکے گا۔باقی سب کچھ یہ رابعہ بھابی سنبھال لیں گی۔''

ہم نے اسے تکلیف نہ پہنچائی تو وہ ہمیشہ ہی ضحیٰ کو تکلیف دیتا رہے گا۔ وہ باہر آتے ہی ضحیٰ سے ملنے آئے گا۔ وہ سفیان کے سہارے چلتی اپنے روم تک آ رہی تھی مگر اتنی دیر میں ہی اسے چکر آنے لگے تھے۔ سانس اکھڑی سی گئی تھی۔ ''سفیان بھائی مجھ سے اور نہیں چلا جا رہا۔ بس یار آ گیا کمرہ' سفیان نے جوں ہی ہاتھ بڑھایا اندر سے باہر آتا وصی ان لوگوں کو دیکھ کر چلایا تھا۔

''کہاں لے کر گئے تھے اسے' معلوم بھی ہے اس کے اعصاب پر نیند کی دواؤں کا اثر ہے' وصی نے اس کا کانپتا وجود بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔

''کہاں گئے تھے مجھ سے پوچھنا تو چاہیے تھا اس کے اعصاب کمزور ہو گئے ہیں۔ اسے چکر آ رہے ہوں گے۔''

''یہ کہہ رہی تھی وصی اسے کمرے میں گھٹن محسوس ہو رہی ہے اس لئے ہم اسے باہر...... ''سفیان کو بروقت بہانا سوجھا تھا۔'' میں چلوں گڑیا پھر چکر لگاؤں گا مگر تم میری باتوں پر عمل کرنا۔'' سفیان نے اس کا گال پیار سے تھپتھپایا پھر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

''رابعہ بھابی آپ کمرے سے پانچ منٹ کے لیے باہر جائیں گی۔ مجھے ضحیٰ سے ضروری بات کرنی ہے۔''

''آپ کو جو بات کرنی ہے وہ رابعہ بھابی کے سامنے کریں۔'' وہ گڑبڑائی تھی مگر رابعہ مڑ کر کمرے سے باہر چلی گئیں۔ وہ بیڈ پر اس کے قریب آ بیٹھا تھا۔ وہ کھسک کر پرے ہونے لگی تھی مگر اس نے دوسری طرف اپنا بازو رکھ کر فرار کی ساری راہیں بند کر دیں تھیں۔ ''یہ کیا کیا تھا تم نے ڈاکٹر ہو کر بے وقوفوں جیسی حرکت کی تھی مر بھی سکتی تھیں تم۔''

''مرنا ہی تو چاہتی تھی کیوں بچایا آپ نے مجھے۔'' اسے یکدم شدید غصہ آیا۔

''کیسے مرنے دیتا میں تمہیں پیار کرتا ہوں زندگی میں پھر کبھی ایسی حرکت مت کرنا ضحیٰ۔'' اس نے بازوؤں کو پھیلایا پھر بچوں کی طرح اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ ''تمہیں میری محبتوں پر یقین نہیں ہے نا تو آج یقین کر لو وصی احمر تم سے بے حد پیار کرتا ہے ضحیٰ آئی لو یو سو مچ۔ تمہیں اپنی محبت کے سمندر میں کھینچ لوں گا پھر بھول جاؤ گی تم اپنا ہر دکھ ہر غم اور ہر آنسو کو بہت پیار دوں گا میں تمہیں مسز ضحیٰ وصی اتنا کہ تم خود کو بھول جاؤ گی۔''

وصی کے اقرار محبت نے اسے ہلکا پھلکا کر دیا تھا۔دونوں طرف "انا" اور ضد و غلط فہمی کے بادل چھٹنے لگے تھے۔محبت اور یقین کا مطلع صاف ہونے لگا۔روشن مستقبل کی کرنیں پھوٹنے لگی تھیں۔

"یار تم نے کہا تھا کہ اب تم کبھی بھی میرے خواب اپنی پلکوں پر نہیں سجاؤ گی اور میں بار بار تمہارے ہاتھوں اپنے جذبوں کی بے حرمتی نہیں کروا سکتا تھا سو اس لیے اس رات کا انتظار کرتا رہا جب سارے اختیارات میرے ہاتھ میں ہوں اور تمہارے پاس میری محبت پر یقین کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہو۔"

"وصی! آئی ایم سو سوری۔" وہ واقعی شرمندگی سے دوچار ہو گئی تھی۔

"خیر یار کوئی بات نہیں میں نے تم پر اپنی مرضی مسلط کی تمہیں ستایا اور بدلے میں تم نے مجھے جلا کر راکھ کیا۔اس لیے حساب برابر۔" اس نے نرمی سے کہتے اس کا بازو تھام لیا۔

"ایسے کیسے حساب برابر وصی میں نے تو......"

"ونجی! پلیز ساری عمر پڑی ہے لڑنے جھگڑنے کے لیے ساری عمر مجھ سے شکوہ کرتی رہنا۔مگر اس وقت خاموش ہو جاؤ اور محسوس کرو اس محبت کو جو ہم ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔" وہ بیچ کے تمام فاصلوں کو عبور کرتا یکدم اس کے بے حد قریب ہوا تھا اور اس نے بوکھلا کر پلکوں کو کس کے موند لیا تھا۔اف کیا کرنے چلی تھی وہ مرنے چلی تھی اس قدر خوبصورت مرد کی کس قدر خوبصورت محبت کو چھوڑ چلی تھی۔وہ دل ہی دل میں نہ صرف توبہ کر رہی تھی بلکہ اپنے پروردگار کا شکریہ بھی ادا کر رہی تھی جس نے اس کی احمقانہ حرکت کو معاف کر کے وصی کے ہی ہاتھوں اسے دوبارہ زندگی دی تھی بلکہ زندگی کی تمام سچی خوشیوں کو بھی اس کی جھولی میں ڈال دیا تھا۔

"تھینک یو اللہ میاں جی۔"

ختم